اسُی چندن پہ کیا وار ستمگر ہو کر
جسکی خوشبو سے نہال مست تہا ہر فردِ بشر

تہا سفر آخری کرنے کو سوامی تیار — بند آنکھیں ہوئیں جاتی تہیں گر تہا ہشیار
کرکے جاتی سے خطاب اسنے کہا آجاتی — تجھپہ قربان بصد شوق رسا ہو جاتی
یاد رکھنا نہ کبہی بہولنا یہ آخری بول — ہے تمہارے لئے میری یہ نصیحت انمول
دیکھنا دہرم کو کرنا نہ فراموش کبہی — دہرم سیوا کا نہ ٹہنڈا ہو ذرا جوش کبہی
دہرم سیوا میں مرد چاہتے ہو گر جینا — کیونکہ اس حال میں مرنا ہے سراسر جینا

قوم زندہ ہے وہی جسمیں رہے دہرم کا جوش
ہے یہ لازم کہ میں ہوں اتنا ہی کہکر خاموش

شیخ شیراز کو خدا بخشے | خوب فرما گئے کہ اے انساں
یاد داری کہ وقتِ زادن تو | ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں
آنچناں زی کہ وقتِ مردن تو | ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

کرم سیر سوامی شردھانند کے آخری بول

(انوپ چند آفتاب پانی پتی)

ویدکی روشنی دنیا کو دکھائی جس نے | آگ شدھی کی ہر اک دل میں لگائی جس نے
قصۂ درد اناتھوں کا سنایا جس نے | حال پُرسوز اچھوتوں کا بتایا جس نے
جس کرم ویر نے بھارت کی پلٹ دی قسمت | جس کرم ویر نے دنیا کی بدل دی قسمت
جس کرم ویر نے گلزار بنائے جنگل | جس کرم ویر نے قوموں میں مچادی ہلچل
حیف صد حیف وہ بھارت کا ستارا نہ رہا | غم نصیبوں کیلئے کوئی سہارا نہ رہا

یاد ہے اس کی زمانہ میں ہر اک سو جاری
اس کی فرقت کی لگی تیغ جگر پر کاری

کوئی قاتل سے یہ پوچھے کہ یہ کیا ظلم کیا | فائدہ کیا تجھے اس ظلم سے کمبخت ملا
وار گولی کا سوامی پہ کیا کیوں تو نے | بار کندھوں پہ گناہوں کا لیا کیوں تو نے
تھا وہ چندن کہ زمانے میں مہک تھی اس کی | دھوم اس شہر میں تا اوج فلک تھی جس کی

شردھانجلی

(منتجۂ فکر منشی دیانند صاحب درما برٹھی)

یاد رکھنا ہمیں فردوس کے جانیوالے
صدمۂ فرقت کا تری ہم ہیں اٹھانیوالے

ہر طرف تیرے غم ہجر کی سنتا ہوں صدا
اپنے عشاق سے منہ اپنا چھپانیوالے

دل کو بیچین بہت رکھتا ہے ملنے کا خیال
لوٹ کر جلد ہی آنا ادر سے جانے والے

خواستگاروں پہ ترے کوہِ الم ٹوٹ پڑا
دہرم کے واسطے اندوہ اٹھانیوالے

حیف کس وقت میں بگڑا ہے ترا سازِ وجود
نغمۂ رازِ حقیقت کے سنانیوالے

قلبِ دشمن تھا ترا مثلِ چراغِ خورشید
راہ بےخوف وخطر ہم کو دکھانیوالے

گر درہ کو تری اس کام میں پہنچا نہ کوئی
پا شکستہ ہوئے شدہی کے مٹانیوالے

دل پہ چھائی ہے گھٹا فرقتِ سوامی کی دیا
مینہ کے قطروں کی طرح اشک ہیں آنیوالے

شہید

(پنڈت ہریچند صاحب اختر)

ہوئے جب سے شہید شردہانند
قوم ساری ہے وقفِ آہ و فغاں

سن اوئے قاتلا کھٹیاں کھٹیاں کی۔ وتا ملد ساڈا وی لارام لیئو ایں
تیرے عقل اوہ ہا کوئی جوڑ ناسی دنیا وچ کیتا مندا کام ایئو ایں
نرا پرا دھودے گھاتک وانگ واسا کہندے آگھڑا ای سلام ایئو ایں
کھوٹا کرم کرکے کیتا پاپ پیا اوسے قوم اپنی نوں بدنام ایئو ایں

(بھیم سین شرما از منٹگمری)

شردھا کا پھل

اٹھ گیا ہے جہاں سے وہ بندہ
تھا جو حق بیں۔ بقا کا جوئندہ
مرنا جینا جسے سمجھتے ہیں
ساری دنیا کا ہے یہی دھندہ
موت لاریب ہے سعید وہی
نام ہو جس سے جگ میں تابندہ
پھل ملا ہے اسے یہ شردھا کا
مر کے بھی شردھانند ہے زندہ

قدسیوں میں وہ ہو گیا شامل
عرش پر نام ہو گیا کندہ

بلدم

سوامی شردھانند جی کا بلیدان

آریہ متر وا لیش وادھیان دھر وکرپا نال جس دی دیا نند آئے
پرگٹ نوین سر دیہ نوں جنھاں کیتا۔ بھارت لساباں دین آنند آئے
کھا کے زہر اوہ بھی بلیدان ہوئے کرن دھرمیاں دے سر بلند آئے
سچے آریہ ویر ندھڑک سادھو۔ وارن سیس سوامی شردھانند آئے

سکھیا سوامی دی کیتی گرہن جس نے وچہ دیش دے دہرم پرچار کیتا
آریہ پرتی ندھی سبھا بنا کے تے۔ بیڑا جنھاں سماج دا پار کیتا
سبھے چھڈ کمزوریاں بنے آریہ۔ نال اس جنم دا خوب سدہار کیتا
تن من دھن سب واریا اس اُتوں ایسا دہرم دے نال پیار کیتا

ہندو قوم رساتل نوں پئی جاندی۔ ایس بات دا بیٹھ وچار کیتا
کہندے کوئی کوڑ بیتیاں دور ہو دن۔ اِنہاں دیش نوں مار کے خوار کیتا
سوامی ہندو سماج دے نال شامل ملکانہ پنجاب ہزار کیتا
ایسے دیش ہتیشی نوں نال دھوکے مار کم کی دُشٹ نے کار کیتا

شاخ سے اس گل خوشرنگ کو توڑا پھر کیوں ؛ تیرے نزدیک ستمگر وہ اگر خار نہ تھا
ہندو مسلم کے ہمیشہ سے رہے حامی وہ ؛ ان کا سوا حق کے ہنر کوئی غمخوار نہ تھا
حق پرستو نہ جفا ہوتی ہی آئی ہے سدا ؛ قابل ناز ستمگر یہ ترا کار نہ تھا
خنجر غم سے ہوئے جام شہادت پی کر ؛ آپ کا سیوا تو یہ دھرم کے دلدار نہ تھا
حق پرستی کے سوا اس معظمت کا وجود ؛ باعث رنج نہ تھا موجب آزار نہ تھا
کس طرح عالم شدھی میں شعاعیں پھیلیں ؛ قلب سوامی کا اگر مطلع انوار نہ تھا
باغ شدھی کا ہوا جیسا کہ تازہ اس دم ؛ ایسا سرسبز کبھی پہلے یہ گلزار نہ تھا
خارج العقل سمجھتا ہوں اسی جو انساں ؛ نقد جاں سے تری عظمت کا خریدار نہ تھا
آپ کا سینہ وہ انمول تھا گنجینہ علم ؛ اسکے اک نکتہ کے لائق در شہوار نہ تھا
مال و زر نقد سخن سے اُسے رونق بخشی ؛ آپکا دھرم نوازی کے سوا کار نہ تھا
جب سے شائق وہ ہوئے تربیت نسواں کے ؛ ان کا دل فکر سے اس کی کبھی بیزار نہ تھا

غم نے گھیرا ہے دبا دل کو ترے صد افسوس
غم یہ وہ غم ہے کہ تو جس کا سزاوار نہ تھا

دورنگی زمانہ ہے اک عالم رنج و راحت کا قطعہ ؛ کسی جا شور ماتم ہے کہیں نغمہ سرائی ہے
کوئی روتا ہے خون دل کوئی ڈوبا ہے عشرت میں ؛ کوئی غمگین کسی نے عیش کی مہندی رچائی ہے
ہوا ہے مرگ شردھانند سے اندھیر کچھ ایسا ؛ دبا رکھا ہے اک گھٹا ظلمت کی چھائی ہے

نہیں دیکھی کبھی یکساں روش رونق زمانہ کی
کچھ ایسی انقلاب چرخ نے حالت بنائی ہے

رتبہ بڑھا وہ تیرا معراج پا گیا تو — ہوکر شہید اکبر قومی شہید سوامی
اس قتل بیگناہ کی کھل جائیگی حقیقت — محشر میں پیش داور قومی شہید سوامی

جس موذی لعین نے ریوالور چلایا — لعنت خدا کی اس پر قومی شہید سوامی
خون شہید بن کر لائیگی رنگ شدھی — اس کے کھلیں گے جوہر قومی شہید سوامی
ڈرتا نہ تھا کسی سے وہ شیر مرد تھا تو — تجھسا کہاں، للہ ور قومی شہید سوامی
اُف رے تیرا کلیجہ کھا کر جگر پہ گولی — آئی نہ آہ لب پر قومی شہید سوامی
شان جنازہ وہ بھی ششدر تھا کل زمانہ — حیرت فزا تھا منظر قومی شہید سوامی
مٹنے سے کام تیرے ہرگز نہیں مٹیں گے — ہونگے ترقیوں پہ قومی شہید سوامی
دروازہ سب پہ کھولا تو نے دھرم کا دیکر — تعلیم وید منتر قومی شہید سوامی
کاموں پہ تیرے ملکر تن من سے قوم والے — کردیں گے دھن نچھاور قومی شہید سوامی
سالار قافلہ تو ہم کارواں تھے تیرے — تو تھا ہمارا رہبر قومی شہید سوامی

کیونکر نداق لکھے یہ تیرے کارنامے
جتنے بھرے ہیں دفتر قومی شہید سوامی

شردھانجلی

(نتیجۂ فکر لالہ دیانند صاحب ورما دیا میرٹھی)

بار اندوہ اٹھانے کو میں تیار نہ تھا — دوستو مجھکو گماں یہ کبھی زنہار نہ تھا
نصیب ہے سنگ جفا جس پہ گرا ہے آکر — یہ وہ دل ہے کہ جو منت کش آزار نہ تھا
کیوں مرے دل کو کیا تیغ ستم سے مجروح — جو سر کینہ اگر چرخ ستمگار نہ تھا

سوامی شردھانند جی تالے گنگا کرپلدیجے

مردہ دلوں کو سوامی زندہ بنا گئے ہیں

ویدک دھرم کا سوامی ڈنکا بجا گئے ہیں　　مردہ دلوں کو سوامی زندہ بنا گئے ہیں
طرز عمل ہمارا ہم کو بتا گئے ہیں　　کرتویہ کا بھی پالن کرنا سکھا گئے ہیں
ساری عمر گذاری تھی خدمت دھرم میں　　سیوا یہ آخری بھی سوامی نبھا گئے ہیں
باغ دھرم کو سینچا اپنے لہو سے آخر　　قربانیوں کا ہم کو کرنا سکھا گئے ہیں
خود ہو گیا امر وہ جاتی میں ڈالدے جان　　ویدک دھرم کی سیوا کرنا بتا گئے ہیں
ہاں رائگاں نہ ہرگز جائیگا خون اُن کا　　وہ جانشین اپنا ہم کو بنا گئے ہیں
ہنس ہنس کے جان دینا سیکھینگے اس طرح سے　　اپنا لہو بہا کر ہم کو دکھا گئے ہیں
اسلام کے ظلم کی نامید میں مسلماں　　سوامی کا خوں بہا کر مہر پہ لگا گئے ہیں

قربان وید ہو کر پائیں گے شانتی ہم
یہ آخری سبق وہ ہم کو پڑھا گئے ہیں

قومی شہید سوامی

(از جناب پنڈت شیو نرائن صاحب شرما ویدراج مذاق دہلوی)

ماتم ہے تیرا گھر گھر سو قومی شہید سوامی　　برپا ہے شور محشر قومی شہید سوامی
جب تک رہینگے سوزاں مفارقت میں　　وہ داغ ہیں جگر پر قومی شہید سوامی
روئیگی تیرے غم میں ہر چشم زخم آنسو ؛　　ناسور دگا بن کر قومی شہید سوامی

مرنیوالے ہم کو بھی مرنا سکھا کر چل دیئے

جاں نثاری کا سبق ازبر پڑھا کر چل دیئے
مرنے والے ہم کو بھی مرنا سکھا کر چل دیئے

گولیاں سینہ پہ کھائیں منہ نہ موڑا دہرم سے
جو نہ دیکھا تھا کبھی منظر دکھا کر چل دیئے

سچ اگر پوچھو تو دنیا میں یہی مشکل تھا کام
امتیاز دوست اور دشمن بنا کر چل دیئے

ہندؤوں کے واسطے اب ہیں یہی گنگ و جمن
سنگھٹن شدھی کی وہ بنسی بجا کر چل دیئے

آج ارتھی پر نظر آیا وہی جلوہ ہمیں
طور پر جو کچھ کہ دیکھا تھا دکھا کر چل دیئے

زیست میں عزت ملی مر کر شہادت مل گئی
لوک اور پرلوک دونوں کو بنا کر چل دیئے

آتما پرماتما میں تھی جو مدت سے دوئی
وصل ہو کر فصل کا پردا اٹھا کر چل دیئے

اب نظر آتا نہیں کچھ نا امیدی کے سوا
ہم کو وہ آئینہ حیرت بنا کر چل دیئے

مادرِ ہمت کہاں سے لائیگی اب ایسے لال

کام آیا تو غریبوں کے ہمیشہ کال میں
تو نے بھوکوں کو کھلائیں روٹیاں گو والی میں

تو شہید قوم تھا اور تیرا قاتل تھا یزید ٭ کون اس سفاک کو کہتا ہے اب عبد الرشید
آج سارا ملک اس بزدل کو کہتا ہے پلید ٭ ہے دعا یہ خالق کی بس آج اے مرد شہید

گولیاں کھا کر کریں ہم کام شردھانند کا
وقت آخر ہو لبوں پر نام شردھانند کا

شہید شردھانند کی یاد میں ٭

کیا قتل جس نے سوامی ہمارا۔ اسے بھی تو چھاتی لگانا پڑیگا

(یہ وہ بھجن ہے۔ جو سوامی جی کی ارتھی کیساتھ دہلی میں مختلف بھجن منڈلیاں گا رہی تھیں)

ہوا آج بھارت پہ قربان سوامی ٭ یہ سندیش گھر گھر سنانا پڑے گا
کیا قتل جس نے سوامی ہمارا ٭ اُسے بھی تو چھاتی لگانا پڑے گا
نہ قتلوں سے ہوگی کبھی بند شدھی ٭ ہمیں بچہ بچہ کٹانا پڑے گا
زمانہ سے اب نام کفر و دغا کا ٭ تمہیں آریو اب مٹانا پڑے گا
دیانند کے ہم ہیں جو سچے سپاہی ٭ جہاں بھر کو آریہ بنانا پڑے گا
مرے تو نہیں بلکہ زندہ ہیں سوامی ٭ امر نام اُن کا منانا پڑے گا
تیرے درشنوں کو ہم آئے ہیں سوامی ٭ ہمیں اب تو درشن دکھانا پڑے گا

کانگریس کا جن دنوں جلسہ یہ امرتسر میں تھا   خوف ڈائر او دوائر کا وہاں گھر گھر میں تھا

پتر دو ہر نیتر کے اُن دنوں اک سر میں تھا   صدر استقبالیہ کا کون ہو۔ چکر میں تھا

صدر بن کر تو نے وہ کار نمایاں کر دیا

سارے بھارت ورش کو ممنونِ احسان کر دیا

پی لیا جام شہادت تو نے اے پیرِ مغاں   ہو گئی پی کر تجھے حاصل حیاتِ جاوداں

ہندو جاتی نے تیرے غم میں لہو رو کر یہاں   خون سے سینوں پہ لکھ رکھی ہے تیری داستاں

ہم شہادت کے تیری سب راگ گاتے جائینگے

خون تیری تقلید میں اپنا بہاتے جائینگے

اپنے دل میں اب کوئی لائے نہ سوامی یہ گماں   سوامی شردھانند کا اب مٹ گیا نام و نشاں

خون ناحق کا تیرے قطرہ گرا ہوگا جہاں   لاکھوں شردھانند اب ہو جائینگے پیدا وہاں

یہ نہ سمجھے کوئی ہم کہو کر تجھے سو جائینگے

نام لے لیکر تیرا ہم بھی فنا ہو جائیں گے

وقت جب کوئی مصیبت کا کبھی آکر پڑا   سب سے آگے ہم نے شردھانند کو دیکھا کھڑا

تو گرو کے باغ میں سکھوں کی خاطر جا اڑا   بھائیوں کے واسطے جا کر حکومت سے لڑا

جیل جانا آہ اس پیری میں کس کا کام تھا

تیرا دل تیرا کلیجہ مرد نیک انجام تھا

تو تھا مذہب کا پیمبر یا تھا سچائی کا دوست   آہ اے شیرِ وطن اے ہند کے سچے سپوت

تو ہی تھا بیواؤں کا حامی یہاں اے راجپوت   رو رہے ہیں آج میت پر تیری سارے اچھوت

تھی عنایت سب پہ جنکی فیض جنکا عام تھا — کرم جاتی کیلئے جس کا ہر اک نش کام تھا

وہ نشانہ بن گیا کس کی جفا کے تیر کا

خون بیرحمی سے کس نے کر دیا اس ویر کا

کر دیا قائم گوروکل جس نے اک گنگا کے تیر — آجتک ملتی نہیں ہے ملک میں جس کی نظیر

مال و زر کو جس نے سمجھا قوم کی خاطر حقیر — چھوڑ دی جس نے وکالت بن گیا قومی فقیر

کمان تھا بھارت میں جو قربانی و ایثار کی

کل شہادت ہو گئی اس دھرم کے اوتار کی

لاجپت کو ماندلے میں جن دنوں بھیجا گیا — اپنے کو کہنا سماجی جرم جب سمجھا گیا

ہو سماجی مشتبہ نظروں سے جب دیکھا گیا — ممبری سے لاجپت کا نام تک کاٹا گیا

جن دنوں دشوار لینا لاجپت کا نام تھا

لاجپت کا اُن دنوں حامی یہ منشی رام تھا

جن دنوں دلی میں برسائی گئی تھیں گولیاں — گورکھوں نے ساری پبلک گھیر رکھی تھی جہاں

تیرا ہی دم تھا وہاں پر آہ اے شیر ژیاں — کھولکر سینہ کو اپنے یہ کہا تو نے وہان

پہلے سنیاسی کا تمکو خوں بہانا چاہیئے

گولیاں پبلک پہ پھر تمکو چلانا چاہیئے

جب تو غیروں کی چلی گولی نہ تجھپر دھرم ویر — کر دیا اپنے نے تیرا خون اب روشن ضمیر

تو نے کھائیں گولیاں کل چار اے مرد فقیر — عمر بھر کھائیں گے ہم سوامی تیری فرقت کے تیر

کام جب مشکل کوئی ہم کو اگر آ جائیگا

سوامی شردہانند کا فوٹو نظر آ جائیگا

پی لیا جام شہادت کس شہید ناز نے

جان دیدی دھرم پر کس عاشق جانباز نے

آہ کس دولہا کو پہنائے تھے کل پھولوں کے ہار   آہ کس شہ کی سواری میں تھی خلقت بیشمار

کس شہید قوم کا ہم نے کیا تھا کل سنگار   آہ کل کسکی زیارت کو تھے لاکھوں بیقرار

کس رُخ روشن کا کل دیدار کم دشوار تھا

چہرۂ پرنور کس کا مطلع الانوار تھا

پھول برسانے ہوئے جاتے تھے کس پر نوجواں   رو رہا تھا کسکی میت دیکھکر سارا جہاں

دیکھکر کس کے جنازے کو یہ ہوتا تھا گماں   لائے ہیں الکاپوری سے دیوتا پشپک یہاں

فیض تھا کسکی شہادت کا یہ کسکی ذات تھی

شہر دہلی میں یہ کل پھولوں کی کیوں برسات تھی

تھا کفن پھولوں کا اس پر تھی چادر نور کی   طالبان دید حیراں تھے نظر جمتی نہ تھی

ہر طرف پھیلی ہوئی تھی طور کی سی روشنی   ہر جوان و پیر پر طاری تھے آثار غشی

اہل دہلی کو تھا فکر کس تصویر کا

جا بجا لیتے تھے فوٹو روئے پرتنویر کا

تھا یہ کل جشن شہادت آہ کس سالار کا   گو نہ تھا تھا شبہ کیوں سوامی کے جے جے کار کا

حال تھا غم سے پریشاں مفلس و زردار کا   کیوں لہو تھمتا نہ تھا کل دیدۂ خونبار کا

تھا یہ کل کسکا جنازہ کون شردہانند تھا

کس کے درشن کیلئے ہر شخص حاجتمند تھا

مرنیوالا کیا وہی یہ مرد نیک انجام تھا   سوامی شردہانند تھا اب پہلے منشی رام تھا

اک پیر حق پرست پہ حملہ۔ خدا کی مار ہو — کچھ بھی نہ اُس نہنگ کا پاس ادب ہوا
ریوالور کا فیر تھا اک سازش نہاں — جو قتل بے سبب کا نمایاں سبب ہوا
یہ قتل ہو گیا، مگر رنگ لائے گا — نازل خدا کا حشر میں جس دم غضب ہوا
جو ہم میں بھی راز نہ تھا سربسر کھلا — جس کا گمان تک نہ تھا وہ کام اب ہوا
اس قتل ناگہاں کا ہے اک صدمہ عظیم — ہر دل ہے ریش ریش و رنج و تعب ہوا
سوامی شردہانند کا۔ جو فخر قوم تھے — دستِ عدوئے بد سے یہ کار عجب ہوا

تاریخ قتل رونق غمگین کیا کہوں
سب کہہ رہے ہیں۔ آہ یہ کیا غضب ہوا
۱۹۲۶ء

خون کے آنسو

شری سوامی شردہانند جی مہاراج کی شہادت پر نوحہ

(جناب سوتی برہم سروپ صاحب خمار کے قلم سے)

کس کا ماتم ہے کہ ہم سب ہو رہے ہیں سوگوار — کس کی فرقت کے الم سے آج ہے سینہ فگار
ہچکیاں ہم باندھ کر روتے ہیں کسکو زار زار — یاد کرکے ہم تڑپ اُٹھتے ہیں کسکو بار بار

مرنیوالا یا الٰہی کون ایسا مر گیا
قوم کے مردوں کو جو مرتے ہی زندہ کر گیا

داستان پُر الم کرتے ہیں ہم کسکی بیاں — نام نامی آج ہے کس ویر کا وردِ زباں
کون کھا کر مر گیا سینہ پہ اپنے گولیاں — خون سے کس شیر کے قاتل نے کھیلی ہولیاں

چڑھتے رہے وہ شیر کی آمد پہ نرد گھمن

ہوں ورہم میں غیر بھی زور آزما نہ ہوں — پہلو سے اپنے لخت جگر بھی جدا نہ ہوں
عصمت دری کے سین کبھی رونما نہ ہوں — کوہاٹ و مالا بار کے فتنہ بپا نہ ہوں

تنظیم و سنگٹھن میں ہو پھر خود بخود ملاپ
شرما کے دل سے دور ہو جب بزدلی کا پاپ

ہے پربھو پھر سے ہمارا ہیر شردھانند دے — آریہ جاتی کا سہارا ہیر شردھانند دے

دھرم مت جیوت تھا جو بلیدان دھرم پر ہوا — دھن دھن۔ دھرم دھیر پیارا ہیر شردھانند دے
سہن کرتا دھمکیاں جو قتل کی نت نت کئی — پر نہ ٹلتا تھا کبھی ان سے ہیر شردھانند دے
دھن دیا اور من دیا پھر تن بھی جس نے دیا — دیش جاتی کیلئے پران ہیر شردھانند دے
پہنچ کر سنجرکت سے وہ بدک دھپ کو چل پڑا — دے رشی کا شیشپورا دھیر شردھانند دے
وید ودیا کیلئے گورو کل کا او دائن کب — دے گورو دے پوچیہ ور گمبھیر شردھانند دے
پیر دولت جو تھے انہیں اودھار کرا دنجا کیا — دین دکھیوں کا سہارا ہیر شردھانند دے
ہے پربھو۔ ہی یہ ہے کر جوڑ کر سنتوش کی — پھر سے بھارت کا دلارا ہیر شردھانند دے

قطعہ تاریخ شہادت سوامی شردھانند

(از جناب ممتاز الشعرا منشی پیارے لال صاحب رونق دھلوی)

تھا ہند کا جو لیڈر ذی اقتدار قوم — رخصت جہاں سے آہ وہ عالی نسب ہوا
ہو کر وہ قتل زندۂ جاوید ہو گیا — حاصل شہید قوم کا اس کو لقب ہوا
کس تشنہ لب نے آہ کیا ناتواں پہ وار — پیاسا لہو کا کون یہ شیخ عرب ہوا

نظم

رہزن ملت ہوا ہے رہنما تبلیغ کا — پیر میخانہ بنا ہے پیشوا تبلیغ کا

استو ہی پارہ کی چاندی کیمیا ہاتھ آگئی — اک جٹا دھاری کو نسخہ لگ گیا تبلیغ کا

کھل گئی ہلاک کی چوری تو اس چالاک سے — مکر کی انگشتری پر نگ جڑا تبلیغ کا

پردۂ عصیاں ہوا جب شیخ جی کا چاک چاک — دامن اخبار کو پردہ کیا تبلیغ کا

جب مداری کی حقیقت ڈھونڈ ہنڈیا کی کھلی — تب تماشہ میں نکالا شعبدہ تبلیغ کا

جب تصوف کی جبیں پر لگ گیا داغ سیہ — تب جلا مرشد دکھانے معجزہ تبلیغ کا

چھن گیا دست مبارک سے علم اسلام کا — مرشد کامل نے تب جھنڈا لیا تبلیغ کا

رنگ سے راجہ بنا راجہ سے ہو گیا بادشاہ — پھر بنیگا اک زمانہ میں خدا تبلیغ کا

سوانگ بھرنے میں ہے اس نقال کو پورا کمال — ہے بدلنا روپ یہ بہروپیہ تبلیغ کا

پیر عاصی نے گناہوں سے چھپانے کیلئے — چہرۂ تلبیس پر روغن ملا تبلیغ کا

تیری اس طرفہ ظرافت کی کہاں تک داد دوں — وقت پر کیا خوب سوجھا چٹکلہ تبلیغ کا

(دردِ عمر)

وان نظم کی ہوا ہے ۔ گگولے کی ناپ تول

بیفائدہ نفاق یہ ہے سنگھٹن کا قول

کمزور قوم ہے تو ہی دولت بھی ہے وبال — بودوں کے مال پر بھی ٹپکتی ہے سبکی رال

وہ مال بار دوش ہے جسکی ہو سنبھال — ہے بزدلی کے جرم کا ثمرہ زبان مال

اک جن میں تین بل تھے انمیں تھا سنگھٹن

کام میں شدھی کے آیا کام شردھانند کا　　ہے یہ خاموش آخری پیغام شردھانند کا
اور دو گئے جوش سے ہو کام شردھانند کا　　آگ دے دلمیں لگا انجام شردھانند کا

چشم گریاں سے رواں ہو ورنہ سو طوفان نوح
شاد ہوگی اس سے کیا سرشار اسکی پاک روح

شری پت اتمارام بیری پرمی پردہان آریہ سماج کلان مسجد

نہ ہائے کہا نہ اُف ہی کیا　　نہ تجھہ پر قاتل تف ہی کیا
سوامی نے تجھہ پر رحم کیا　　اور رحم سے تیرا فہم کیا

نہ چیخ ہوئی نہ پکار ہوئی
جب گولی سینہ سے پار ہوئی

او قاتل فعل خبیث کیا　　تو نے زندہ شہید شہید کیا
اسلام پہ کیا احسان کیا　　لیک ہند کا بڑا نقصان کیا

اسلام کی عزت خوار ہوئی
جو باقی تھی دیوانہ دہار ہوئی

تھا شیر مرد وہ مرد خدا　　نہ خوف جیل نہ ڈر گولی کا
وہ وطن کیلئے ہی مرتا تھا　　پر بھی تھا بھلائی کرتا تھا

کہ رحمت آشکار ہوئی
گولی قاتل کی گلزار ہوئی

ہوں مسافر کو میسر تو شہادت کے مزے
اور تو خالی رہے۔ یہ کب گوارا تھا تجھے

کر گدایا شوق تحصیل شہادت نے تجھے   وہ سنہری دن دکھایا تیری قسمت نے تجھے
کشتنی ٹھہرایا اسلامی شریعت نے تجھے   آخرش اک مسلم شیطان سیرت نے تجھے

کر دیا ریوالور کے فیر کر کے حلال
کافر بدکیش کے دل میں نہ آیا یہ خیال

وہ ملیگا مرتبہ ان چند واروں سے تجھے   جسکو خود حضرت ابلیس بھی حاصل کر سکے
بارہا کی آرزو پیغمبر اسلام نے   تھے نہ قسمت میں مگر انکی شہادت کے مزے

اپنے اندھے جوش میں کمبخت قاتل دیگیا
ایک کافر کو پیمبر سے بھی اعلیٰ مرتبہ

گو ہوئی اس کیلئے باقاعدہ سازش ضرور   پر نہیں یہ فرد واحد یا جماعت کا قصور
اصل میں اسلام کی تعلیم کا ہے سب فتور   دیتا ہے اس کیلئے جو وعدۂ غلمان و حور

جب تلک اس تعلیم کا مٹتا نہیں نام و نشان
غیر ممکن ہے کہ ہو سنسار میں امن و امان

دیکھنا ہے خیر خواہ نوع انسان کون ہے ؟   اہل درد و اہل ترس اہل ایمان کون ہے
آزمانا ہے ہمیں سچا مسلمان کون ہے   صدق دل سے قتل سوامی پر پشیمان کون ہے

اس عقیدے کے خلاف اک حشر جو برپا کرے
آئے کچھ تو آریوں کے کام کو ہلکا کرے

ملک میں ماتم بپا ہے سوامی شردھانند کا

وہ مقدس دیوتا وہ تاجدارِ ملک و قوم　　دردمند و مونس و غمگسارِ ملک و قوم

رہنما و پیشوائے نامدارِ ملک و قوم　　ہو گیا ہے ہے شہید کارزارِ ملک و قوم

دیکھئے ملک و مال رکھتا تھا فقط اک جانِ زار

کر گیا اسکو بھی آخر دھرم پر اپنے نثار

اب گوروکل کی بدولت تیری شہرت کم نہ تھی　　رہنمایانِ وطن میں تیری عزت کم نہ تھی

دیش سے گو دھارمک لیڈر تھا الفت کم نہ تھی　　ملکی حیثیت میں بھی کچھ تیری خدمت کم نہ تھی

مارشل لا میں جو انکے آڑے آیا کون تھا؟

خون بہنے کو تھا دہلی میں بچایا کون تھا

کام کا میدان تیرے کانگریس ہی تک نہ تھا　　بلکہ ہر اک قوم کی تحریک میں حصہ لیا

ہو ثبوت وسعتِ دل اس سے بڑھکر اور کیا　　سر پہ تحریکِ خلافت کے بھی ہے احسان ترا

تو نے سکھوں کو تسلی دی گورو کے باغ میں

جبکہ تھا ستیہ اگرہ جاری گورو کے باغ میں

قید ہونیکے ترے جیوں میں نہیں باقی کمی　　سلسلے میں وہ "گورو کا باغ" کے بعد ہی ہوئی

ابتدا ملکانہ شدھی سنگھٹن کی تو نے کی　　کی اچھوت اودھار میں امکان بھر پوری سعی

تھا ہر اک اہلِ نظر مداح تیرے کام کا

خطبہ ہر خورد و کلاں پڑھتا تھا تیرے نام کا

چاہتی تھی اس سے بڑھکر لیک قدرت اور کچھ　　تھا ابھی دنیا میں ہر اک حق خدمت اور کچھ

عزت افزائی کی ہونی تھی ضرورت اور کچھ　　تھی سبیل اسکی نہ بڑھکر از شہادت اور کچھ

مٹا ہوا نہ کبھی ان کو جاننا ہرگز!

شہید شدھی شری سوامی شردھانند جی مہاراج

از شری یت جیمنی سرشار خیرپور سادات ضلع مظفر گڑھ

ملک میں برپا ہے ہر سو شور محشر کس لیے؟ بن گیا ماتم کدہ بھارت کا گھر گھر کس لیے
سر جھکائے ہیں سبھی با دیدۂ تر کس لیے؟ یہ تڑپ سینہ میں اف اف قلب مضطر کس لیے
آنکھ سے آنسو رواں ہیں چہرے کمہلائے ہوئے
زخم کسکی موت کا ہیں اہل دل کھائے ہوئے
ملک میں مشہور ہیں اخبار کسکی موت کے؟ ہر طرف پیغام لائے تار کسکی موت کے؟
نوحہ خواں ہیں یوں در و دیوار کسکی موت کے؟ ہیں ہویدا ہر طرف آثار کسکی موت کے؟
کہہ رہا ہے یہ جمال تازۂ روئے شفق!!
پھر کسیکا خون ہوا ہے غازۂ روئے شفق!
پھر ہوا ہے آہ کوئی سازش کین کا شکار پھر مٹا ہے دھرم پہ اپنے کوئی پروانہ وار
پھر کسی نے جان کی ہے اپنی جاتی پر نثار پھر کسی نے اپنے سینہ پر لئے قاتل کے وار
خون ریزی پھر ہوئی ہے اف دھرم کے نام پر
پھر کسیکا خوں ہوا ہے گردن اسلام پر
وہ مسلمانوں نے کل رہبر بنایا تھا جسے جامع مسجد کے ممبر پر چڑھایا تھا جسے
وہ بزرگ دین سر آنکھوں پر بٹھایا تھا جسے وہ پئے تعظیم سر اپنا جھکایا تھا جسے
کر دیا خون آج اف اسقوم کے دلبند کا

الم ہیں انکے ہیں محو فغاں ہوئے ہندو!
کہ سارے ہند کے گریہ کناں ہوئے ہندو

مگر جو غور سے دیکھیں نیا ہی نقشہ ہے | کہ مُردہ قوم میں بھی ایک جوش تازہ ہے
گذرنا سوامی کا دنیا سے رنگ لایا ہے | کہ ایک طرح کا پیغام جنگ لایا ہے
بُرائیاں جو تھیں ہندوانہیں مٹانے لگے | اچھوت بھائیوں کو بھی گلے لگانے لگے
ہوئے لگانے کو تیار سب کو چھاتی سے | نہیں ہے بیر مسلمان سے اور عیسائی سے

ہوئی ہے موت سوامی کی زندگی ان کی
جو زندگی تھی کبھی اسکو بندگی ان کی

جہاں میں پیدا ہوا جو اُسے گذرنا ہے | ہمیشہ زندہ نہیں رہا سب نے مرنا ہے
بڑے بڑے ہیں مرے یاد نام بھی تو نہیں | مرے ہوئے ہے زمانیکو کام بھی تو نہیں
ٹھکانا گور میں ہوتا ہے گوروں کالوں کا | نشان تک بھی نہیں رہتا تخت والوں کا
جنہیں تھا فوت بازو پہ ناز دنیا میں | گئے ہیں یاؤں اُنہوں نے دراز دنیا میں

تھے ارد گرد جنہوں کے ہزار ہا لشکر
اُڑے گھر میں ہی لگی ایسی موت کی ٹھوکر

شہید قوم کے زندہ رہے ہیں، رہتے ہیں | انہی کے نام کو سب آفرین کہتے ہیں
اور سبے یاد ہیں ہر ایک سر جھکاتا ہے | خوشی سے شوق سے دن سال میں مناتا ہے
ہزاروں فیض اُٹھاتے ہیں نام سے ان کے | نجات پاتے ہیں گویا کلام سے ان کے

مرا ہوا نہ شہیدوں کو ماننا ہرگز

عین موقعہ پہ بچائی تو نے کشتی قوم کی

ہے کنارے پہ لگائی تو نے کشتی قوم کی

وہ بھی کیسی ساعت تھی سینے پہ تیرے گولی لگیں　　کر گئی بیدار دم کے دم میں جب جاں حزیں

اے شہید قوم شردھانند تجھ پر آفریں!　　ہو گیا تھا اپنے مرنیکا کئی دن سے یقین

"زندگی ہے" موت کا ڈر شہید قوم کو

سورگ کا ہر دم کھلا ہے در شہید قوم کو

ہندوو اب اشک کیا یونہی بہائے جاؤ گے　　شور محشر عمر بھر یونہی مچائے جاؤ گے

کیا یونہی روتے رہو گے اور رلائے جاؤ گے　　اپنی حالت پہ زمانہ کو ہنسائے جاؤ گے

کام جو کرتے ہوئے دی جان شیر قوم نے

ہم بھی کر لیں جو کری تھی آن شیر قوم نے

آریہ ہو دھرم سے پیچھے نہ ہٹنا چاہیئے　　کام پورا سنگھٹن شدھی کا کرنا چاہیئے

زندگی کا اپنی یہ مقصد سمجھنا چاہیئے　　جس طرح وہ مر گیا ہم کو بھی مرنا چاہیئے

شیر ہو تم بزدلی کو اب زمرّد چھوڑ دو

کام پہ ڈٹ جاؤ اب فکر و تردد چھوڑ دو

غلط ہی آج فسانہ ہوئے ہیں شردھانند　　کہ گولیوں کا نشانہ ہوئے ہیں شردھانند

وجود مٹ گیا مانا جہان سے اُن کا　　جنازہ نکلا ہے ہندوستان سے انکا

گو شکل اُن کی بظاہر نظر نہیں آتی　　پھٹی ہے ان کے الم میں ہر ایک کی چھاتی

نڈھال ہند ہوا موت کی خبر سنکر　　کسی کو ہوش نہیں سر میں سب کے ہے چکر

جوان و پیر ہے ہر ایک منا رہا ماتم　　دکھائی دیتا ہے عالم کا اور ہی عالم

تو کہاں جاتا ہے بتلا دے سپہ سالارِ قوم ہا   کیا کبھی واپس نہ پھر آئیگا اے سردارِ قوم
قوم پر کچھ ترس کھائیگا۔ کیا غمخوارِ قوم   اس قدر کیا سخت دل بن جائیگا دلدارِ قوم

تو تو رکھتا تھا کلیجہ سے لگا کر قوم کو
یہ بتا جا چھوڑ کر جاتا ہے کس پر قوم کو

قومِ ہندو کے قلعہ کا پاسباں تو ہی تو تھا   گلشنِ ہندوستاں کا باغباں تو ہی تو تھا
قوم کے دردِ نہاں کا رازداں تو ہی تو تھا   قومِ مردہ کیلئے روحِ رواں تو ہی تو تھا

اب پکارینگے کسے کہکر بھلا سردارِ قوم
اب بلائینگے کسے کہکر بھلا غمخوارِ قوم

اس گئے گذرے زمانہ میں تو ہی تھا آسرا   سب سمجھتے تھے تجھی کو ایک اپنا سر دھرا
کوئی اب تجھ سا نظر آتا نہیں ہے دوسرا   جو کرے اُجڑے ہوئے گلشن کو پھر اپنے ہرا

یا ہمارا تھا کبھی یا موت تیرے ساتھ ہے
لاج ہندو قوم کی اب ایشور کے ہاتھ ہے

تو نے تو جادو چلایا سنگھٹن کا دیش میں   تو نے وہ ڈنکا بجایا سنگھٹن کا دیش میں
تو نے وہ پودا لگایا سنگھٹن کا دیش میں   تو نے وہ نقشہ جمایا سنگھٹن کا دیش میں

مدتوں سے بھائی جو بچھڑے ہوئے تھے مل گئے
دیکھکر ملتے ہوئے اغیار کے دل ہل گئے

چپکے چپکے پی رہے تھے قوم کا اغیار خوں   دل بھر آیا دیکھکر جب قوم کا حال زبوں
کام چلتا ہی نظر آیا نہ جب چپ چاپ یوں   پھونکنا تجھ کو پڑا اسوقت شدھی کا سوں

آہ اِس قوم کے غدار نے بیباکی کی ہے ۔ تشنگی خونِ تمنا سے بجھی شاکی کی ہے
اپنے محسن سے ہی بدکار نے سفلکی کی ہے ۔ جس کے سایہ میں رہا اُس سے ہی چالاکی کی
ناتواں جسم پہ کب ہاتھ اُٹھاتا ہے کوئی ۔ سر پہ خون اپنے شہیدوں کا چڑھاتا ہے کوئی
پھر نئے سر سے ہو سرشار ا باغ کشتہ ہی ۔ پھر سے جل اُٹھے اسی طرح چراغ کشتہ ہی
پھر اسی رنگ کے پھل لائیگا باغ کشتہ ہی ۔ پھر ہرے ہونگے ہر اک سینے میں داغ کشتہ ہی
خواب یہ ہے کہ ستم کیش خلل ڈالیں گے ۔ اُن کو ہم تند ہی کے ہاتھوں سے مسل ڈالینگے
دیکھنا وار یہ گولی کے نہ جائیں خالی ۔ پھیلنے پائے نہ خبردار ستم کی ڈالی
یوں پھرے باغ کی صیاد نے کی پامالی ۔ اس پہ ہی ہاتھ چلایا کہ جو تھا رکھوالی
فلک پیر نے بیجا ہیں ہمیں داغ دیئے ۔ سونے کو آگ میں رکھتا ہے پرکھنے کیلئے
رزم سچائی کی ہے سینہ سپر ہونے دو ۔ تیکھی تلوار یہ سرکشتہ کا سر ہونے دو
اشک کو قوم کی آنکھوں میں گہر ہونے دو ۔ درد و غم میں شب ہجران کی سحر ہونے دو
کھولدو چشم کا شیرازہ بکھر جانے کو ۔ زندگی کہتے ہیں آزادی پہ مرجانیکو

شہید قوم

(از نتیجہ فکر لالہ رتن لال زر مرد خزانچی میونسپل بورڈ سکندر آباد)

قوم مردہ کو جلائیگی شہادت تیری ۔ خواب غفلت سے جگائیگی شہادت تیری
غیر خوش ہولیں زمانہ سے مٹا کر تجھکو ۔ رنگ جو شرنگ یہ لائے گی شہادت تیری
غیب سے تیرے ارادے کی ندا آئیگی ۔ لیکے پیغام تیرا باد صبا آئے گی
ہندوؤ! چونک پڑو نیند سے آنکھیں کھولو ۔ تیرے ہر خاک کے ذرہ سے صدا آئیگی

اے کاش رہنما بنے بھگوان تری مثال

آجائے کام قوم کے شردھا کا جان و مال

زندگی کہتے ہیں آزادی پہ مرجانے کو

(از جناب شیو دھیریہ پرکاش کشتہ میرٹھ کالج میرٹھ)

حیف اے ہند جہانتاب کی پھیکی سی کرن
حیف اے اُجڑے ہوئے باغ کے نسرین و سمن

حیف اے خاک قدیمہ کے محبان وطن
حیف اے راہِ رو آتش و محبت و محن

پھر شب تیرہ کا بھارت میں ہوا آج ظہور
نقشِ انوار ہر اک دل سے ہوئے پھر کافور

آن کی آن میں یہ چھا گیا ماتم کس کا ؟
دل میں پتھر کی طرح بیٹھ گیا غم کس کا

دوش پہ لیکے چلی ہائے صبا دم کس کا
صبحدم کرتی ہے ماتم بھلا شبنم کس کا

مرد و زن پھول لئے بیٹھے ہیں شردھا کیلئے
زندہ جاوید ہے جو مرگیا دنیا کے لئے

جلوہ نواب بھی نمایاں ہے رُخِ تاباں کا
نقش مٹتا ہے کہیں دل سے غم پنہاں کا

درد باقی ہے یہ محتاج نہیں درماں کا
کہے دیتا ہے یہی بشرہ ہر اک انسان کا

گو ہے صیاد نے پھر لوٹا چمن بلبل کا
پھر بھی چہکیگا مگر آن کے شیدا گُل کا

قوم کے واسطے تھے دیوتا انسانوں میں
شمع شدھی کے مگر آپ تھے پروانوں میں

ڈالی بنیاد گوردکل کی بیابانوں میں ؟
پھونک دی روح نئی آپ نے بیجانوں میں

شیر دل سوامی تھے۔ گو آپ کا لاغر تن تھا
ہند کے واسطے ارپن تن و من دھن تھا

لغو ہے یہ کہ عدو آپ تھے اغیاروں کے
پھر کیوں مطلوب بنے آپ طلبگاروں کے

رہ کے بیمار مسیحا بنے بیچاروں کے
تھے طرفدار ارے وقف پہ دینداروں کے

جلسۂ عام مسلمانوں نے دلی میں کیا ؟
جا کے مسجد میں انہیں آپ نے پیغام دیا

ریوالور کی گولیاں کھاکر تھا ملی

خونریزیوں کی گرچہ آفت پہ برسی گھٹا — ہٹنے حریف کی نہ محبت سے تو ہٹا
آیا نہ دھمکیوں میں نہ تخویف سے کٹا — سر سے کفن کو باندھ کے مقتل میں آ ڈٹا

قاتل جو سامنے ہوا پستول تول کر
بولا تو دیکھو دھرم سینہ کو کھول کر

حق پر چلا رہا تو حقیقت کی راہ میں — گم ہوگیا تو تیغ بہادر کی راہ میں
دی جان تو نے صدق و صفا کی نباہ میں — قاتل بھی بعد قتل تھا تیری پناہ میں

آیا نہ فرق دل میں کہ جس دل کی دعا تھی
طینت کی خاک عیب ملوں سے پاک تھی

سینہ کو گر عدو نے ترے چاک کر دیا — تو نے لہو سے اپنے ہمیں پاک کر دیا
غافل کو چست کر دیا چالاک کر دیا — لب کو ادائے فرض میں بیباک کر دیا

سوامی! تیرا یہ خون عجب رنگ لائیگا
خونخوار کو بھی خون کے آنسو رلائیگا

شاہی جلوس کا ترے لاشہ پہ رنگ تھا — شاہد نہ تھا عدو مگر ششدر تھا دنگ تھا
پامال خلق اس کا جو ناموس و ننگ تھا — ہاتھوں کو مل رہا تھا پشیمانِ جنگ تھا

کہتا تھا دل میں ہائے الٰہی یہ کیا ہوا
کافر یہ کیا مرکے ہمیشہ کو جی اٹھا

اب سنگھٹن کی پڑ گئی ہے خون سے وہ بیل — ممکن نہیں کہ بند ہو شدھی کی ریل پیل
ہاتھوں میں پریم بھاو کے ہے قوم کی نکیل — جاری رہیگا تا ابد قربانیوں کا کھیل

قوم ہوتی ہے شہیدوں کے لہو سے شاداب
جان کے دام تو مرنے پہ اٹھا کرتے ہیں

ہم تو میدان میں کٹ کٹ کے مرینگے سالکھا
نہ دل اُمید قیامت پہ جیا کرتے ہیں

کھائیں سینہ پہ جو چار نے چاروں گولی
مرد یوں جام شہادت کا پیا کرتے ہیں

مرگ سادہ تیری عظمت کو گوارا کب تھی
سُور ما وار سے دشمن کے مرا کرتے ہیں

زندگی سے تیری ہم کو یہ سبق ملتا ہے
اسطرح مرتے ہیں اسطور جیا کرتے ہیں

اِس ہلاکت کے پس پشت ہی سازش کوئی
جتنے مردود ہیں پردہ سے لڑا کرتے ہیں

یہ ستمگار یہ سمجھیں کہ ہمیں جیت لیا
یوں کہیں قوم کے جذبات دبا کرتے ہیں

ایک مرتا ہے تو ہو جاتے ہیں لاکھوں پیدا
سُورما خاک شہیداں سے اٹھا کرتے ہیں

پیش خیمہ ہے یہ صدران کے فنا ہونیکا
ظلم و ظالم کے نشاں جلد مٹا کرتے ہیں

کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے
بھاگ سے وقت یہ قوموں کو ملا کرتے ہیں

ہندوو! تم میں ہے گر جذبۂ ایماں باقی
رہ نہ جائے کوئی دنیا میں مسلماں باقی

شہید اکبر شری سوامی شردھانند جی کے چرنوں میں بھگتی بھینٹ

از قلم رائے صاحب پنڈت جے رام شرما جگرانوی میرٹھ

ٹھنڈا ہوا نہ جوش نہ غنچہ نہاں رہا
پیری میں تیرا شوق شہادت جواں رہا

وقف حیات قوم تن نیم جاں رہا
شدھی کا ولولہ رگ و پے سے عیاں رہا

کیا درد تھا مطب میں جس کی دوا ملی

تیری محفل میں ہیں آنیکو بیٹھے سینکڑوں مہکیں ۔۔ کھڑا تو ہو استقبال ہو پیر مغاں پہلے

اگر ہر قطرۂ ناچیز کو گوہر بنانا ہے ۔۔ مٹا دے شورش امواج بحر بیکراں پہلے

ترے پہلو میں خورشید سحر بھی آ ہی جائیگا ۔۔ تو خون صد ہزار انجم تو پی لے آسماں پہلے

تحمل صد چاک داماں شکوہ گلچیں نہیں زیب ۔۔ تو خود ہی زندگی سے ہو چکا ہو بیگیاں پہلے

غضب ہے بد نصیبی آج وہ خود ہیا بجولاں میں ۔۔ نشیمن برق کے تھے جنکی تیغ میں نہاں پہلے

نہاں ہے زندگی اقوام کی مرگ شہیداں میں ۔۔ بہار آتی ہے اس گلزار میں پیچھے خزاں پہلے

اگر اے شیام ہم پر کوہ غم ٹوٹے تو کیا ڈر ہے

تماشے جلتے ہیں سو سو طرح لعل گراں پہلے

نظر کے آنسو

(پنڈت یوگ راج شرما صاحب نظر سوہانوی)

آہ اے منزل توحید کے رہبر سوامی ۔۔ آہ اے وید مقدس کے پیمبر سوامی

آہ اے ظلمت شب میں مہ انور سوامی ۔۔ آہ اے رحمت اللہ کے پیکر سوامی

تو بھی گویا کہ تماشا نہ ہوا افسوس افسوس

ذکر تیرا بھی فسانہ ہوا افسوس افسوس

نوحہ

بیاد گار سورگیہ پوجیہ شری سوامی شردھانند جی

آج ہم صبر کی تلقین دعا کرتے ہیں ۔۔ آخری حد ہم محبت کی ادا کرتے ہیں

شہیدِ قوم سوامی شردھانند

(از مہاشہ چندی پرشاد شیدا دہلوی)

مرد میدانِ حقیقت ہادیٔ علم یقیں — سوامی شردھانند تم کو مرحبا صد آفریں
کھول کر تم نے گورو کل ہندوؤں کے لئے — ودیا ساگر جوانوں کو بنایا بالیقیں
وہ دکھایا آپ نے سرچشمۂ آبِ حیات — جس سے دنیا والے سارے آج تک ہیں خوشہ چیں
دھرم سنیاسی کا ہی حق پر رہی قائم مدام — راستگوئی سے نہ باز آئے تہ شمشیر کیں
اہل دنیا کو کرے آزاد قید جہل سے — ملک پر قربان دل صدقے رہے جان حزیں

دھرم سے ظلم و ستم کے روک دے نالے تمام — جور کی صورت دوبارہ تا نہ ہو پیدا کہیں
خود غرض نا اہل سب بدنیتی کو چھوڑ دیں — تا نہ بعد مرگ پیش حق ہوں دل میں شرمگیں
نیند سے غفلت کی چونکایا ہی ملک و قوم کو — وہ کئے کار نمایاں آپ نے صد آفریں

گردشیں اس کی مٹا دینگی اسے بھی لیکن
تا بہ کئے جاری رہیگا ہم پہ جور چرخ کیں

نہاں ہے زندگی اقوام کی مرگ شہیداں میں

(از چودھری شیام سنگھ صاحب شیام بجنور)

ہمیں پر الٹی اب گرتی ہے آ برق تپاں پہلے — مگر صیاد تک تھیں ختم تیری شوخیاں پہلے
علاج خندۂ گل کی فکر تو ہے پھر بھی ہو سکتی — رفو کر اپنا چاک پیرہن اے باغباں پہلے
یہ رمز زندگی ہے بلبلو مت بھولنا اسکو — چمن کی فکر پیچھے ہو خیال آشیاں پہلے

تا ابد تیرا رہے گا نام نامی برقرار

(بابو کرشن بہادر صاحب وکیل لشکر)

ٹیس اٹھتی ہے ہمارے دل میں ہم ہیں بیقرار ۔ اور آنکھیں ہو رہی ہیں رنج و غم سے اشکبار

اُٹھ گیا ہندوستاں سے ایک لعل بے بہا ۔ اُٹھ گیا ہندوستاں سے ایک دُرِ شاہوار

اُٹھ گیا ہندوستاں سے ایک سیوا ویر مرد ۔ اُٹھ گیا ہندوستاں سے ایک لیڈر غمگسار

اُٹھ گیا ہندوستاں کا ایک اعلیٰ خیرخواہ ۔ اُٹھ گیا ہندوستاں سے ایک سچا جاں نثار

اے شردھانند سوامی اے بزرگ نامدار ۔ اے فنا فی الملک فخرِ ہند قومی جاں نثار

جس طرح سے تھا ترا اعلیٰ دماغ اعلیٰ خیال ۔ ویسے ہی تھا حوصلہ عالی ترا عالی وقار

دیدیا تعلیم کو تھا سب طرح تو نے فروغ ۔ جا بجا کھلوائیں تو نے درسگاہیں شاندار

قالبِ مردہ میں تو نے روحِ تازہ پھونکدی ۔ تیرے دم سے گلشنِ تعلیم میں آئی بہار

بہتریٔ ملک تھی ہر دم ترے مدنظر ۔ اسلئے جاری کئے تو نے رسالے چند بار

کر کے اُردو ترجمے احسان پبلک پر کیا ۔ ایک ہو احساں تو ہیں احسان تیرے بیشمار

سنگھٹن کا اور شدھی کا تو حامی کیوں نہ ہو ۔ تیرا باطن پاک تھا اور راستی تیرا شعار

دھن کا تو پکا تھا اور سچا تھا اپنے قول کا ۔ نیک طینت نیک سیرت خوش عقیدت بردبار

تیرے ابرو پہ کبھی پڑتے نہیں دیکھی شکن ۔ خوف خطرہ سے کبھی لایا نہیں دل پر غبار

تو نے جو کچھ بھی کیا ایشر بھروسہ پر کیا ۔ تیری عالی ہمتی پر آفریں ہے صد ہزار

تیرے اوصاف حمیدہ ساری دنیا پر عیاں ۔ تیرے نیک اعمال سورج کی طرح ہیں آشکار

کون کہتا ہے کہ تو مر گیا زندہ ہے تو

تا ابد تیرا رہیگا نام باقی برقرار

کہاں ہے تجھسا کوئی اب لاور رہبر　　رہا جو سینہ سپر قوم کی حمایت پر
تو ہی تھا قوم میں اپنی وہ ایک شیر ببر　　حریف کانپتے تھے تیرے نام سے تھر تھر

جہان کو زور شجاعت دکھا گیا اپنا
ہر ایک دل پہ تو سکہ جما گیا اپنا

رہا خیال اسی بات کا تجھے ہر دم　　بچھڑ گئے ہیں جو بھائی انہیں ملادیں ہم
رہینگے ساتھ ہمارے اگر وہ ملکے بہم　　اکھڑ سکیں گے نہ ہرگز رہ طلب سے قدم

جو سنگھٹن ہی ہمارا وہ رنگ لائیگا
جہاں کو آئینہ شدھی کا یہ دکھائیگا

یہ خون تیرا کرشمے دکھلائیگا کیا کیا　　یہ خون تیرا نئے گل کھلائیگا کیا کیا
یہ خون تیرا یہاں حشر ڈھائیگا کیا کیا　　یہ خون تیرا جہاں کو رلائیگا کیا کیا

یہ خون تیرا جوانوں میں جان ڈالیگا
یہ تیرا خون بھی بدلہ ترا نکالیگا

ترے مشن کو سوامی نہ ہم بھلائینگے　　سہیں گے شوق سے رنج و الم جو آئینگے
عدو کے وار سے ہرگز نہ خوف کھائینگے　　مٹینگے دھرم پہ ہنس ہنس کے سر کٹائینگے

کیا جو تو نے وہی ہم کو کام کرنا ہے
شہید ہو کے مسافر کو نام کرنا ہے

اب ہندوؤں کی حالت پھر ہو چکی ہے ابتر　　برق الم گری ہے چرخ کہن سے دلپر
پھر حشر کا نگاہوں میں پھر گیا ہے منظر　　اک آگ لگ رہی ہے رنج و الم کی گھر گھر

ہندوستان میں سارے ہا ہے آہ وزاری
ہر دلپہ چل رہی ہے فریاد کی کٹاری

پھر مکیسوں کو اپنے آکر کرا دے درشن　　اُمید کے گلوں سے بھر دے ہمارا دامن
اُجڑا ہوا چمن ہے تجھ سے بنے کا گلشن　　گر پھر نثار دے تو اک بار اپنا دامن

خون جگر خوشی سے جاتی پہ وار دے تو
بگڑی بنا دے اسکی حالت سنوار دے تو

شردہا کے پھول

(از نتیجہ فکر کنور سکھہ لال جی آریہ مسافر)

تیری جدائی سے ماتم کدہ جہاں ہوا　　تباہ قوم کا سرسبز گلستان ہوا
روانہ سوئے عدم تو بعز و شان ہوا　　زمین سے اس طرح اٹھا کہ آسمان ہوا

شہید ہو کے ملا تجھکو مرتبہ عالی ہے
شفق کے بھیس میں چمکیگی خون کی لالی

بہادری میں نہ اک بھی کوئی مقابل تھا　　تو جاں نثار وطن تھا وطن پہ مائل تھا
ہراس و خوف نہ تھا جسمیں وہ ترا دل تھا　　زمانہ بھر تیری جانبازیوں کا قائل تھا

جو دی بھی جان تو سینہ پہ گولیاں کھا کر
گیا جہاں سے شہادت کا مرتبہ پا کر

جو عقل و ہوش سے انساں کام لے سمجھے — کسی پہ ور نہیں ہوتے ہیں بھید جنت کے
ہنسا کے خون میں ہاں پچے شہید پاک نفس — اجارہ دار ہیں عیش دوام جنت کے

شردھانند ہیں اب سرگباش پرمانند ؎
ہزار کینہ ہیں صدقے تیری مشیت کے

(سنہ ۱۹۲۶ عیسوی)

بھارت ویر سوامی شردھانند

(از مہاشہ انوپ چند آفتاب پانی پتی)

بھارت نواسیوں کی عظمت بڑھانیوالے — مردہ دلوں میں قومی آتش جلانیوالے
مٹنے سے ہندوؤں کی ہستی بچانیوالے — ویدک دھرم کی خاطر خود کو مٹانیوالے

گونجا کریگا ساری دنیا میں نام تیرا ؎
ڈنکا بجا کریگا ہر صبح و شام تیرا ؎

جس وقت ہندوؤں کا مٹنے کو تھا نشاں بھی — اُس وقت مردمیداں تو نے بہادری کی
ہاتھوں سے تیرے جس دم شدھی کی تیغ چمکی — اغیار کی صفوں میں اک کھلبلی پڑی تھی

چرچا ہے ہر زباں پہ تیری دلاوری کا
بھارت میں رہ گیا ہے احسان شدھی کا

ٹکڑوں کو تو نے دل کے ہے قوم پہ نثارا — سو آفتیں اُٹھائیں آرام تک بسارا
تقدیر کا وطن کی چمکا دیا ستارا ؎ — آواز گونجتی ہے میداں تو نے مارا

ہر قسم کی مصیبت کو جان پر اُٹھائی
اعدا کی سختیوں سے پر قوم تو بچا لی

عنفوان عمر میں سیوک گورو کل کے رہے ۔ پالنے میں دھرم کے قائم رہے تم کامراں
سنگٹھن شدھی کی ہی بنیاد ڈالی آپ نے ۔ سرکف اب دھرم کی خاطر گنوا لی اپنی جان
مرد میدان آپ ہی تھے ظلم بالا بار کے ۔ آپ کے نقش قدم چلتا رہا سب کارواں
دستگیری آپ نے کی جا کے خود کوہات میں ۔ کارنامے آپ کے ہیں اہل دنیا پر عیاں
سنگھٹن شدھی کو روز افزوں ترقی ہو نصیب ۔ صفحۂ بھارت پہ ہیں گنگ و جمن جب تک رواں

دشمن جاں تیرا پہنچے کیفر کردار کو
حامیان قتل کا مٹ جائے دنیا سے نشاں

کسکے فرق پہ سہرے بندھے ہیں عزت کے

(از پنڈت امرناتھ صاحب ساحر دہلوی)

عجب کرشمے ہیں نیرنگہائے قدرت کے ۔ حقیقتاً سبق آموز ہیں جو عبرت کے
کسی کی آنکھ پہ پردے پڑے ہیں غفلت کے ۔ کسی کی آنکھ میں جلوے ہیں نور وحدت کے
کوئی ہے جام ضلالت سے مست خود بینی ۔ کسی کے قلب پہ روشن ہیں راز حکمت کے
کسی نے خلق کی رکھی روا دل آزاری ۔ کسی نے رشتہ میں کھینچا اُسے محبت کے
کسی کا زشتی اعمال سے ہے منہ کالا ۔ ہے سرخرو کوئی تصدیق میں شہادت کے
سجے کسی کے ہیں لعنت کے طوق گردن میں ۔ کسی کے فرق پہ سہرے بندھے ہیں عزت کے
غرضکہ دیکھ کے یہ حال عقل حیراں ہے ۔ عجب طرح کے ہیں نیرنگ حسن فطرت کے
یہ بات سچ ہے مرکب خطا سے ہے انساں ۔ جو سُر نہ ہوتے میں بندے بشر محبت کے
عداوتوں سے محبت کا خون ہوتا ہے ۔ محبتوں سے ہوئے مذہب عداوت کے
یہی اصول ہیں جو مد نظر میں ایدل ۔ طریقیں بھی مطابق رہیں حقیقت کے

عہد میں ترک تعاون کے تو ہی تھا سورما　　ہر زباں تیغ تیرا ہی سنتے تھے بیاں
تجھ سے ہی محفوظ از بسکہ تھا قومی اتحاد　　اب یہی ڈر ہے نہ پھیلے چار سو بغض و عناد

منبر اسلام سے تجھکو ہوئی دعوت نصیب　　کہ نفاق ہندو و مسلم کا تھا تو ہی طبیب

اب جو اک سفاک مسلم نے یہ حملہ کر دیا　　دامن اسلام پر ناپاک دھبہ رکھ دیا
ہے و لے جو پاک دل ناپاک بن سکتا نہیں　　گرد ڈالے سے قمر ناپاک ہو سکتا نہیں
تو کیا کرتا تھا لیکر پھر جنم میں ہند میں　　از سر نو روح اک پھونکوں گا مردہ ہند میں

آکے تیری کر رہے ہیں پھر سے ہم ملنے کی آس　　ہند میں چھایا ہوا ہے چار سو ہم و ہراس
تو چمک کر ظلمت شب میں ہمیں رستہ دکھا　　پھر رہے ہیں ہم بھٹکتے راستہ گم ہو گیا

ہند کی حالت بہت ابتر ہوئی ناوقت ہے آج

جن کے سوامی نعت ہے رہبر دلادو تم سوراج

سوامی شردھانند جی مہاراج

(از بابو ہربنس لال تسید متوطن جبرہیڑہ ضلع سہارنپور)

اے سیاست کے دل و جان دھرم کی روح رواں　　آفریں بادا اے شہید کربلائے ہندواں
سوئے جنت چل بسا ہستی ملا کر خاک میں　　ہو گئے چشم زدن میں آنکھ سے اوجھل کہاں
آپ کے کار نمایاں یاد آتے اب ہمیں　　آپ کی سنجیدہ شخصیت کو ہم پائیں کہاں
جب در فردوس پر پہنچا سواری کا بیاں　　دوڑ آئے شوق استقبال میں کروبیاں
نور کل میں جا کے نور جزو بھی شامل ہو گیا　　آتما پرماتما کا ہے یہ ادنیٰ سا نشاں
تیرے اوصاف حمیدہ کا نہ ہو شمہ بیاں　　ہر بن مو سے اگر نسبت کے ہو پیدا زباں

تیری اس بلدان نے مردونکی آنکھیں کھولدیں — لائیگا رنگ خون ناحق تیرا اکدن بالیقیں
تو نے مردونکی طرح جو کچھ کہا پورا کیا — قوم کی خاطر مرا اور قوم کی خاطر جیا
یوں تو مرنے کیلئے آئے ہیں سب سنسار میں — دہن ہیں وہ جو مرتے ہیں پراوپکار میں
ہو رہی ہیں سازشوں پر سازشیں اظہار میں — غرق کرنا چاہتے تھے وہ ہمیں منجدھار میں
ایسی مشکل میں ہمارا ناخدا تو بن گیا — مرتے مرتے بھی مریضوں کی دوا تو بن گیا
کام شدھی کا کیا تو نے جو بیخوف و خطر — چھٹ گئے چھکے حریفوں کے پھٹے قلب و جگر
برق بنکر جب گرا تو خرمن اسلام پر — گرج سنکر مومنوں کے دل ہوئے سب منتشر
ظالموں سے جب نہ یوں شمشیر شدھی رک سکی — چال تب سوجھی فقط اک بزدلانہ قتل کی
قتل ما آل نے کیا تجھکو بہت اچھا کیا — مرتبہ تیرا دو عالم میں دو بالا کر دیا
خون انسانیت کا بوالہوس نے کیا کیا — مذہب اسلام کا دنیا میں منہ کالا کیا
مارنے آیا تھا تجھکو مر گیا عبدالرشید — دین اور دنیا میں جس کی ہو گئی مٹی پلید
بس مسافر غم نہ کھا ہونا تھا جو کچھ ہو گیا — درد ہے دل میں تو مت ماتم منا کچھ کر دکھا
مثل زخمی شیر کے اٹھ اور قدم آگے بڑھا — سر بکف ہو کر جہاں میں وید کا ڈنکا بجا

پوجیہ سوامی شردھانند جی کے بلیدان پر شردھا کے پھول

از گیان چند گپتا نادم بی۔ اے سٹوڈنٹ

اے شہید قوم وائے تو رہنمائے ملک ہند — مرگ پر تیری نہ کیوں آنسو بہائے ملک ہند
جنگ شدھی میں شروع سے تھا سپہ سالار تو — چھوڑکر سوفت ہمکو چلدیا اس بار تو
ہیرزن دیکھ بچاری تھا تیرے سینہ نام کا — تو نمونہ در حقیقت بن گیا نشکام کا

ہائے شردھانند گولی کا نشانہ ہو گیا — دھرم سے ملک لقا کو وہ روانہ ہو گیا

کچھ دنوں سے ہو بہت تھے وہ علالت سے نڈھال — غیر تھا دکھ درد سے تکلیف سے گو انکا حال

کارگر ہونے لگی تھی خیر سے کچھ کچھ دوا — شکل دکھلانے لگی تھی آپ کو آکر شفا

ہو چلی تھی انکے صحتیاب ہونیکی امید — ظلم ڈھانے آگیا ایک پر جفا عبدالرشید

ہاتھ میں لیکر طمنچہ دو چلا دی گولیاں — نشانہ کی کیساتھ سوامی جی نے کھائی گولیاں

موت سے ڈر کر گیا ہرگز نہ کچھ ڈر آپ نے — ایشور کو یاد کرکے دیدیا دم آپ نے

مرحبا مردوں کو ایسی موت مرنا چاہیئے — جان کو یوں دھرم پر قربان کرنا چاہیئے

قوم کا آنسب نہیں اسوقت رنج آہ و غم — منزل مقصود کی جانب اٹھائیں قدم

سامنے رکھکر سدا اس ویر سوامی کی مثال — دھرم اور جاتی کی سیوا کا کریں سارے خیال

ہو کے بیخوف و خطر میدان میں آئیں سبھی — ہمت و جرأت سے کرکے کام دکھلائیں سبھی

کام شدھی سنگھٹن کا ویدک پرچار کا — جسکی خاطر سید سوامی ہو گیا اغیار کا

دیکھنا وہ کام رک جائے نہ انکا دوستو — جھک نہ جائے آریہ جاتی کا جھنڈا دوستو

ہندوؤں کے محسنوں و خادموں کو مار کر — بڑھ نہ جائیں دیکھنا یوں حوصلے اغیار کے

شیر زخمی ہو کے بنجاتا ہے جوں خونخوار اور — سنگھٹن شدھی کا کیجئے زور سے پرچار اور

کرم کشیتر میں بڑھیں پیر و جواں مردانہ وار — وید جالی دھرم کی خاطر خوشی سے ہوں نثار

خنجر و تلوار کا تیغ و تبر کا ڈر نہ ہو — بمب کی بندوق کا ان لوگوں کا ڈر نہ ہو

مرتے مرتے بھی مریضوں کی دوا تو بن گیا

کنور سکھ لال جی آریہ مسافر

اے شہید قوم تجھکو آفریں صد آفریں — ہے شہادت پر تیری نازاں وطن کی سرزمیں

شہید دہرم کی عظمت

تو پیدا ہوا تھا زمانے کی خاطر — تو مارا گیا آزمانے کی خاطر
کروڑوں جو تجھے نام کے ہیں مسلماں — کلیجے سے اُن کو لگانے کی خاطر
تیری جیسی ہو موت تو رنج کیا ہے — سب آتے ہیں دنیا میں جانے کی خاطر
ہوئی جب نہ پاپی کی پانی سے سیری — مرا اسکو خون پلانے کی خاطر
ہوں دو لاکھ اس سے تو پھولوں کی پرستا — ہوئی موت یہ گل کھلانے کی خاطر
مسلمان تھے کہتے تجھے اپنا دشمن — بہانا تھا یہ خوں بہانے کی خاطر
یہ ہری نے سوامی کا بدھ کیوں کیا ہے — ہمیں نیند سے بس جگانے کی خاطر
بھلا ہم تیرا کیوں نہ احسان مانیں — مرا ہے تو ہم کو جلانے کی خاطر
جلایا گیا خاک میں کس لئے تو — نظر میں ہماری سمانے کی خاطر
ہمیشہ رہی تم کو ملحوظ سوامی — ہر ہندوستان کے گھر لٹنے کی خاطر
مرے بھی تو بندوق سے تم مرے ہو — بھلا کیوں بہادر کہانے کی خاطر
مصیبت اُٹھاتے رہے عمر بھر تم — ہمیں سیدھے رستے پہ لانے کی خاطر
ہمیں موت تیری یہ عبرت ہے ماتھو — نہیں دل لگی دل لگانے کی خاطر

دیگر

قتل ہے گورو تیغ کے بے حال ہے دلی ابھی — پر بیراگی کے خوں سے لال ہے دلی ابھی
قتل دسویں کا قصہ ہے ابھی بھولا نہیں — اُنکے بچوں کی شہیدی ہے ابھی تک دلنشین
ہے شہیدی یاد ہم سب کو حقیقت رائے کی — دہرم پر خوش ہو کے جس نے جان اپنی وار دی
دل تڑپ اُٹھتا ہے کرکے یاد قتل لیکھرام — چھا گئی تھی جسکے مرنے پر یہی ماتم کی شام
آج پھر دلی سے آئی ہے قیامت کی خبر — جسکو سنتے ہی گرج اُٹھے سبکے دل جگر

خود غرض نا اہل سب بد نیتی کو چھوڑ دیں
تا نہ بعد مرگ پیش حق ہو دل میں شرمگین

نیند سے غفلت کی چونکایا ہے ملک و قوم کو
وہ کئے کار نمایاں آپ نے صد آفریں

گرو جی اس کی منائیں گی لے بھی ایک ن
تا ابد جاری رہیگا ہم پہ جدید چرخ کیں

جذبہ دہرم

آریوں نے خوان توڑے دعوت اسلام کے
مرچ پیاے رہ گئے ہیں اب تو خالی نام کے

وید کے پرکاش نے کھولا ہیں آنکھیں ہند کی
کاغذی گھوڑے نہیں چلتے ہیں اب الہام کے

حضرت ابلیس دہوکا جس خدا کو دے گئے
شوک۔ صاحب سچ تو کہئیے وہ خدا کس کام کے

کب بھلا وانا کہیں ہیں آسمانی وہ کتاب
جس میں ہوں مذکور۔ قصے یوسف اور بہرام کے

قتل کی دہمکی سے روکے رک نہیں سکتا یہ کام
مرتکب ہم بھی ہیں حضرت منتظر انعام کے

حق پسند کو آپنے مرتد کہا یہ خوب ہے
پوچھئے سچ تو ہیں مرتد مولوی اسلام کے

کھل رہے ہیں چمن میں آج کل شردہا کے پھول
ہر طرف آنند ہو گا دن گئے آلام کے

سر سبز یونہی نام کرم دیر کا ہوگا
جس طرح کہ سرسبز ہے ہر برگ شجر آج

کل شہرت و عزت کی بلندی پہ چڑھیگا
جو دہرم کہ دیوی پہ چڑھا دیتا ہے آج

روتے ہیں ملک اور بشر ارض و سما پر
ہے شور قیامت کا ادھر اور ادھر آج

اے چرخ سر شام یہ اندھیر یہ اندھیرا
اوجھل ہوا جاتا ہے نکلا ہوا سے قمر آج

ہے کونسے رہبر کے یہ تو بل کا نتیجہ
بنیاد جہالت ہی اگر زیر و زبر آج

تو کیوں نہ مرا قاتل سفاک ستمگر
گولی کا ہوا کیوں نہ ترے دل میں گذر آج

تو روح سوامی کو مٹائے گا بھلا کب
خود تجھکو مٹا دینگے تیرے تیر و تبر آج

اے چرخ دکھا دے ہمیں محشر کا نظارہ
پہنچا ہے کرم دیر کی رحلت سے غدر آج

مٹ جائینگے دنیا سے صداقت کیلئے ہم
رشیوں کے لہو کا ہے اگر خوں میں اثر آج

شہید قوم سوامی شردھانند

مہاشہ چندی پرشاد شیدا دہلوی

مرد میدان حقیقت ہادی علم یقیں
سوامی شردھانند تم مرحبا صد آفریں

کھول کر تم نے گورو کل ہند والوں کے لئے
دو دیا ساگر جوانوں کو بنایا با یقین

وہ دکھایا آپ نے سرچشمۂ آب حیات
جسکے دنیا والے سارے آجتک ہیں خوشہ چیں

دہرم سنیاسی کا ہے حق پہ رہے قائم مدام
راستگوئی سے نہ باز آئے تہ شمشیر کیں

اہل دنیا کو کرے آزاد قید جہل سے
ملک پر قربان دل صدقہ رہے جان حزیں

دہرم سے ظلم و ستم کے رو کدے نا کے تمام
جبر کی صورت دوبارہ تا نہ ہو پیدا کہیں

نہاں ہیں وہ رموز معرفت اس پاک جذبہ میں   جو بالاتر ہیں حکمت ہائے سقراط و فلاطوں سے
رکھی ہے صرف گنگا جل میں یہ تاثیر قدرت نے   کہ چھٹ سکتے نہیں ہیں داغ عصیاں آب جیحوں سے
کمر بستہ ہیں جو جانباز جذبات خلائق پر   وہ ڈر سکتے ہیں کب غارتگری سے قتل و شبخوں سے
بہا کر خون کوئی اُن کی ہستی کیا مٹائیگا   مٹے جو انقلاب دہر سے نہ جور گردوں سے
بچھونا کر دے بستر کا کب حکمت سے خالی تھا   کہ سنیاسی کو بے حد پریم تھا رنگ شفق گوں سے
نہائے خون میں تو سرخروئی کا ملا خلعت   کہ روحانی مسرت تھی نمایاں شئے گلگوں سے
برستا تھا فلک سے نور سوامی جی کی ارتھی پر   فرشتے گلفشانی کر رہے تھے بام گردوں سے
ستمگر نے صلہ اچھا دیا مہماں نوازی کا   پیا پانی بجھائی پیاس پھر بیمار کے خوں سے
ترے کیا ہاتھ آیا بات بھر کر خون ناحق میں   ذرا پوچھے کوئی یہ قاتل سفاک و مجنوں سے
مٹا سکتے ہیں کیا شدھی کو چھینٹے آب خنجر کے   کہ کندہ ہو گئی ہے یہ عبارت سرخی خوں سے
عبث آمادۂ شورش حریفان جفا جو ہیں   نہ دامن صدق کا چھوٹیگا سچائی کے مفتوں سے
کرونگا کام اپنا پھر جنم اس دیش میں لیکر   صدا نکلی شہید دہرم کے یہ قلب محزوں سے
شجر شدھی کا پھولیگا پھلیگا باغ دنیا میں   اسے سینچا ہے سنیاسی نے اپنے جسم کے خوں سے

گئے ہیں سوامی جی شدھی کی خاطر باغ جنت میں
یہ کار خیر تھا بعد فنا بھی اُن کی قسمت میں

(مجروح)

کرم ویر سوامی شردھانند کے پرلوک گمن پر

شردھا کے پھول

لالہ انوپ چند آفتاب پانی پت

دنیا پہ نظر ڈال لے آکے اے اہل نظر آج   ہے کوئی کرم ویر کے پلہ کا بشر آج ؟

اب مناسب ہے اُسے ہر سو صدائے سنگٹھن — کوئی بھی محسن نہیں اپنا سوائے سنگٹھن
رات دن رو رو کے کہتے ہیں کہ ہائے سنگٹھن — کیوں سنائی ہی نہیں دیتی نوائے سنگٹھن

چل بسا دنیا سے اپنا ناخدائے سنگٹھن

دی پناہ تھی ہم نے جنکو جان بچانے کے لئے — اپنے گلشن میں جگہ دی آشیانے کیلئے
جو بھٹکتے پھر رہے تھے دانہ دانہ کے لئے — ہوگئے درپے وہی ہم کو مٹانے کیلئے

اب گذارہ ہو نہیں سکتا سوائے سنگٹھن

جان پر ایسی ہزاروں سختیاں ہم نے سہیں — سر کٹے غم ظالموں کی دھمکیاں ہمنے سہیں
ٹھنڈے دل سے دشمنوں کی گالیاں کتنی سہیں — تان کر سینہ کو اسکی گولیاں ہم نے سہیں

اب تلک لیکن ہوا اپنا نہ ہائے سنگٹھن

وقت ہے اے ہندو اب ہوش میں آؤ ذرا — اپنے گھر کو ہے لٹایا ہم نے ہو ہو کے جدا
اپنے بھائیوں پر ہی ہم نے ہاتھ سیدھا کر لیا — ہوگیا کوئی مسلماں کوئی عیسائی بنا

پھر چلاؤ ہند میں مل کر ہوائے سنگٹھن

اپنی بگڑی ہوئی حالت کو بنانا ہے اگر — ڈوبتی ہے کشتی بھارت بچانا ہے اگر
اے رشی سنتان کچھ کر کے دکھانا ہے اگر — اپنی اس کھوئی ہوئی شان کو جو پانا ہے اگر

اے تصور گھول کر پیلو دوائے سنگٹھن

بھارت کے سنیاسی کا بلیدان

زبان حال سے کہتے ہیں قطرے خون کے ہو کے — شہیدوں کو ملا کرتا ہے خلعت چادر خوں سے
گناہوں سے یہ فرش مقدس پاک کر دینگے — بھر گئے ہیں عبث کوتاہ بیں شدھی کے مضموں سے

کیا لائے رنگ دیکھئے حبّ وطن کا رنگ　　سج جائے گھر پہ نرالی پھبن کا رنگ

مل جائینگے یہ دل جو محبت کے رنگ سے

ہولی مچیگی ملک میں الفت کے رنگ سے

احساس ہوگا اعلیٰ کو اسفل کے درد کا　　حق ہوگا نہ قوم پہ ہر فرد و فرد کا

ہوگا جب ایک مدعا ہر گرم و سرد کا　　ہوگا گزر نہ دل میں غباروں کی گرد کا

سمجھیں گے ہم ہیں ایک ہی کشتی کے سب سوار

ہو جائیں ایک دل تو ہوں ساحل سے ہمکنار

گر سنگھٹن ہو قوم کی آواز ایک ہو　　اک سوز میں شریک ہو سب ساز ایک ہو

طرز عمل جدا نہ ہو انداز ایک ہو　　گر بال و پر بھی نکلیں تو پرواز ایک ہو

سب کے سروں میں مقصد واحد کی ہو ہوا

ہوں دل بھی ایک گو ہوں بظاہر جدا جدا

تیغ ستم کو روکتی ہے سنگھٹن کی ڈھال　　سر تنے کا تحفظ ہے جہاں ہے سنگھٹن کا کمال

ہے ایسا اسکے چہرۂ بارعب پر جلال　　جرأت کسی کو آنکھ ملانیکی ہے محال

جس دل میں دل ہو اٹھا ہو ارمان سنگھٹن

اس سمت جان کی جان کی ہے جان سنگھٹن

جب ایک ثلث قوم کا اسپرنج اچھوت ہو　　سر پر سوار باہمی نفرت کا بھوت ہو

تبلیغ کی زبان پہ قفل سکوت ہو　　مذہب کا تار خام ہو بیدبا کا سوت ہو

اب گزارہ ہو نہیں سکتا سوائے سنگھٹن

(پنڈت گوراندتا مل صاحب تصوّر لودیانوی)

اے شہید قوم تیرا نام مٹنے کا نہیں ہے — تو جدا ہم سے ہوا لیکن ابد تک ہم میں ہے
جو جو احسان قوم پر اور ملک پر تو نے کیے — ہم نہ بھولینگے وہ جبتک دم ہمارے دم میں ہے
تیری قربانی نے ان میں پھونک دی ہے پھر سے روح — مردہ تن جاتی کا شہرہ آج پھر عالم میں ہے
ہم جدائی میں تیری گریاں بھی ہیں شاداں بھی ہیں — کچھ نرالا ہی مزا ہم کو ترے ماتم میں ہے

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسان ہو گئیں

سوامی شردھانند سا پیشوا جاتا رہا۔

بابو ہربنسی لال شیدا متوطن جبرہڑہ ضلع سہارنپور

سوامی شردھانند جی سا پیشوا جاتا رہا — دھرم کے عرش بریں کا کنگرا جاتا رہا
مسئلہ شدھی ابھی ہونے نہ پایا تھا تمام — درد باقی رہ گیا درد آشنا جاتا رہا
واں ضرورت حق کو لاحق ان سے ملنے کی ہوئی — یاں تو ہندو دھرم کا اک آسرا جاتا رہا
دشمن جاں کے وہ گولی کا نشانہ بن گئے — ہندوؤں کا اک شہید کربلا جاتا رہا
آپ کی سنجیدہ صورت آنکھ سے اوجھل ہوئی — ہائے اپنا مصحف حسن و صفا جاتا رہا
کس کا شیون ہے کہ لب پر ثبت ہے مہر سکوت — شور محشر آج کیوں بانگ درا جاتا رہا

یوں تو سرآرہ ہمت میں شردھانند ہے
شوک ہے اک مرد میداں قوم کا جاتا رہا

گریاں ویر بھی نکلیں تو پروا ایک ہو

از پنڈت جے رام جی شرما جگراؤنوی

آئینگا ہے قوم پہ اب گلشن کا رنگ — ایک ایک برگ گل پہ ہے سارے چمن کا رنگ

دیکھ پروانے کو اے قاتل مدہوش ذرا — موت سے ڈرتے ہیں کب شوق سے مرنیوالے
تیرے ہاتھوں سے عجب شوق سے ہوتے ہیں شہید — چوم لیتے ہیں تیرے تیغ کو مرنے والے

شاد مرتا ہے کبھی ظلم سے بھی جذبۂ دل
یہ نشے ہی نہیں ترشی سے اترنیوالے

(از شری بت برج لال جی نسیم لائل پوری)

پیام آسمان ہے غور سے سن محو حیرت ہو — تجھے مرنے کی لذت ہو تجھے مٹنے کی چاہت ہو
تیرا ہر نقش پا ظاہر کرے منزل کی عریانی — عدو کیواسطے لیکن تیری محبت قیامت ہو
اگر ہے زندگی مطلوب عالم ہو سپاہی بن — تیرے سینے میں آتش ہو تیرے ہاتھوں میں طاقت ہو
گل کیا خوب زندگی میں رنگ و بو کی گر تمنا ہو — کہ تیری باغباں کے دل میں عزت ہو محبت ہو
بقائے زندگی کیواسطے سب بھول کر جھگڑے — عبادت کا طریقہ ہو مگر ہاتھوں کی عبادت ہو
خیال فلسفہ کو چھوڑ کر عملی مدبر بن — تیری ہر زندگی کی سانس میں مرنے کی عادت ہو

صدی گو بیسویں ہے یہی آواز آتی ہے
وہی زندہ رہیگا جس میں مرمٹنے کی طاقت ہو

(شریمان اخگر فیروزپوری)

مادر ہندوستان پھر آج کس کے غم میں ہے

کیا ہوا کیوں آج ہر سرد جواں ماتم میں ہے — ہاں یہ کیا چرچا ہے جو پھیلا ہوا عالم میں ہے
رنج کیوں پورب میں کیوں ماتم پچھم میں ہے — کیوں زمیں ماتم میں ہے کیوں آسماں ماتم میں ہے
کونسی صورت تھی جو آنکھوں سے نہاں ہو گئی — پھر سراندھیر سا کیوں دیدۂ پرنم میں ہے
کس کے صدمے نے پرانے زخم تازہ کر دیئے — مادر ہندوستان پھر آج کس کے غم میں ہے

فدائے قوم صداقت پرست دانش مند
نہ اُنکی ذات سے پہنچا کبھی کسی کو گزند
یہ ماہتاب مجسم تھے دہرم کے پابند
جیئے تو جان لڑاتے رہے دہرم کیلئے
مرے تو ہو گئے قربان سنگھٹن کیلئے
یہ وہ ہیں لوگ بٹھاتے تھے جنکو آنکھوں پر
یہ وہ ہیں تھے کبھی مسجد زینت ممبر
یہ وہ ہیں سامنے بندوق کے تھے سینہ سپر
یہ وہ ہیں جنکو نہ تھا جسم و جاں کا خوف و خطر
یہ وہ ہیں خلق کی خدمت مدام کرتے تھے
یہ وہ ہیں جنکی کہ عزت عوام کرتے تھے

موت سے ڈرتے ہیں کب شوق سے مرنیوالے

نتیجہ فکر شری پی گوبند رام سیٹھی شاد۔ راولپنڈی

مرحبا! آفریں اے جاں سے گذرنیوالے
مر کے بھی جیتے ہیں اس شان سے مرنیوالے
موت کیا شے ہے نئی شان سے مثل موتی
خاک میں ملکے نکھرتے ہیں نکھرنیوالے

جورِ اغیار سے تھا چھلنی جگر سینہ فگار
چھوڑ کر عیش و زر و مال خزانہ گھر بار
بنکے سیوک ہوا سیوا کیلئے تو تیار
گوروکل ساحلِ گنگا پہ بنایا تو نے
وید و دیا کا شجر گویا لگایا تو نے
گوروکل نے ہی یہاں ناگری پھیلائی ہے
اس نے ہی برہمچرج کی عصمت ہمیں دکھلائی ہے
صنعت و حرفت و تعلیم بھی سکھلائی ہے
اس نے پاتال میں جڑ قوم کی پہنچائی ہے
درسگاہوں میں زمانہ کی ہے یہ ماہِ منیر
خلق و تہذیب میں بھی رکھتا نہیں اپنی نظیر
جناب ممتاز الشعراء منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی
لہو میں ڈوبی ہوئی ہے یہ کس شہید کی لاش
یہ گولیوں سے ہے کس شیر کا جگر صد پاش
یہ چور ہو کے بھی زخموں سے کون ہے بشاش
یہ کس کے رخ سے برستا ہے دہرم کا پرکاش
یہ ہندؤں کے کلیجہ میں داغ کسکا ہے
دلوں میں آج یہ روشن چراغ کسکا ہے
شہید زندہ جاوید ہیں یہ شردھانند

خوف لاتا ہی نہ تھا دلمیں تو آفت سے کبھی
تو تھا مہتاب ضیا اپنی دکھا کر اُٹھا
اپنے قاتل کی بھی تو پیاس بجھا کر اُٹھا

آہ شردھانند

سلیکہ چیدہ۔ بہلہ ددارع۔ مہتاب انالہ جھاؤلی

آج محروم ہوا اس پھول کی ہستی سے چمن
جس کی خوشبو سے معطر تھے زمین زمن
آج اُس شیر نیستاں سے ہوا خالی بن
جس کے پنجہ نے کیا چاک بدی کا دامن
شیفتہ سچ پہ فدا قوم کی تھا آن پہ جو
مثل پروانہ کھیلتا تھا جان پہ جو
آتی ہر سمت سے ہے آج صدائے ماتم
دل پہ کل قوم کے چھایا ہے بہت رنج والم
غم و اندوہ سے ہر ایک بشر ہے بے دم
نوحہ سینے میں ہے اور چشم ہوئی ہے پُر نم
دیں بھلا کس طرح ہم موہنی مورت تیری
شردھانند بسی دلمیں ہے صورت تیری
دم پہ چھائی تھی جسوقت گھٹا ادبار

کر گئی کام گولی قاتل کی — ہو گئے اُف شہید شردہانند
آریہ پُرش سب اُوداس ہیں آج — جسکو دیکھو وہی ہے ناخورسند
فکر تاریخ جب ہوئی بسمل — بولا ہاتف اے کرو سر چند
پھر تو سر قربہ کیا میں نے — آہ۔ آہ ہائے ہائے شردہانند

خواب خرگوش میں تھے ہم کو جگا کے چھوڑا
دھرم کی ڈوبتی نیا کو بچا کے چھوڑا
دکھی بیواؤں کا سب رنج مٹا کر چھوڑا
غم کے چنگل سے یتیموں کو چھڑا کے چھوڑا
قوم کے واسطے دکھ درد کی پرواہ نہ کی
عیش و آرام سے رہنے کی کبھی چاہ نہ کی
ہندو جاتی کے تھے کچھ لال بزیر اد بار
تاک میں بیٹھے چرانے کیلئے تھے اغیار
آنکھ جو تیری مڑی ہو گیا فوراً تیار
سب کو رشتے میں پرو کر کے بنایا اک ہار
اسی جرأت نے تیری جان کو لیکر چھوڑا
چلدیا ہنستا ہوا منہ نہ دھرم سے موڑا
رنج و آفات سے اغیار کی طاقت سے کبھی
ڈگمگایا نہ قدم راہ صداقت سے کبھی
پیش آیا نہ عدو سے کبھی حقارت سے کبھی

وائے برانصاف اگراسکے عوض پائیں بہشت

نتیجہ افکار افسردگی لعل چند بسمل پشاوری

ہے شرد ہانند کا غم ہم کو دیانند کے بعد
یاد رکھیں گے ہم اس غم کو دیانند کے بعد

پونچھنے والا تھا ہر وقت پہ مرنے والا
قوم کے دیدۂ پرنم کو دیانند کے بعد

قوم والے بھی سمجھتے تھے غنیمت کسکو
اسی ہستی کو اسی دم کو دیانند کے بعد

بھولکر بھی نہ کبھی بھولے گی ہندو جاتی
یاد رکھے گی اسی دم کو دیانند کے بعد

یہ ہی تھا جس نے کہ پھر شدھی کے منتر پڑھکر
قوم سے دور کیا سم کو دیانند کے بعد

قوم والوں سے کیا پنجۂ قاتل نے جدا
قوم کے مونس و ہمدم کو دیانند کے بعد

قسمت قوم میں شاید کہ یہی لکھا تھا
کہ بچھائے صف ماتم کو دیانند کے بعد

ہو گئی موت سے تاریخ مکمل بسملؔ
اور اک داغ ملا ہم کو دیانند کے بعد

قطرہ دریا ہو چکا تھا اور ذرہ آفتاب
تھی نہ اب کوئی کسر باقی کہ سنیاسی تھا وہ
ہوتی ہے ہمدرد سنیاسی کی کائنات
سورگ میں ہے محفل ہستی کہ سنیاسی تھا وہ
ٹوٹنے والا ہے تجھ پر آسمان سے قہر آج
یاد رکھ اس خون کو اے دہلی کہ سنیاسی تھا وہ
قاتل سفاک اسمیں کچھ نہیں تیرا قصور
تو نے ثابت کر دیا اپنے عقیدے کا قصور
وہ عقیدہ جو دلائے جرأت قتل فقیر
لائق نفریں ہے جنت کا ضماں ہی کیوں نہ ہو
قتل ناحق پر جو آمادہ کرے جنت نہیں
راحتوں میں انتخاب دو جہاں ہی کیوں نہ ہو
وہ تمنا ہے یزیدی قتل سے بھر جائے
وہ تمنائے بہشت جاوداں ہی کیوں نہ ہو
جس کا ایفا قتل پر ہو منحصر جھوٹا ہے وہ
وعدۂ جانانہ حور جناں ہی کیوں نہ ہو
قاتل درویش ہے وقف عذاب دائمی
سجدہ ریزی میں جواب قدسیاں ہی کیوں نہ ہو
قتل و غارت میں زیادہ کونسا ہے کام زشت

گری ہے کوند کر بجلی اسی شاخ نشیمن پہ

لکھوں کیا نوحہ غم ای دل دلگیر خامہ سے
ٹپکتے ہیں یہ آنسو دم تحریر خامہ سے
جہاں سے کون ناکام تمنا آج رخصت ہے
یہ کسکے سوگ میں نذر خزاں باغ مسرت ہے
فنا فی القوم کی دنیا سے تیری آج رحلت ہے
فدائے ملک و ملت نے پیا جام شہادت ہے
جو شردہانند سوامی قوم کی انکھوں کا تھا تارا
نہ جسنے عمر بھر تھا قوم کی خدمت سے جی ہارا
روانہ آہ وہ سوئے عدم بھی آج ہوتا ہے
کہ جسکے سوگ میں پیر فلک بھی آہ روتا ہے
جدائی کا تیری صدمہ ہر ایک عالم کو ہوتا ہے
تیرے غم میں ہر ایک شبنم سے اب گل منہ کو دھوتا ہے

خون ناحق

موت سے بیخوف تھا اور زندگی سے بے نیاز
پا چکا تھا موکش جیتے جی کہ سنیاسی تھا وہ
اس دنیا کی ہوس تھی اور نہ عقبیٰ سے غرض
دونوں عالم سے تھا مستغنی کہ سنیاسی تھا وہ

جدائی تیری قوم کو گوارا ہو نہیں سکتی
کہ پیدا تیری ہستی پھر دوبارہ ہو نہیں سکتی
ہزاروں کو فقیں دنیا کی خاطر دل یہ سہتا ہے
شہیدوں کو ہر ایک یوں زندہ جاوید کہتا ہے
کہ روشن نام دنیا میں ہمیشہ انکا رہتا ہے
انہیں کے فیض کا دریا ہر ایک سمت میں بہتا ہے
مٹی جاتی ہے دنیا دیکھ لو تا ابد میں اُن کی
زمانہ جان دیتا ہے ہر ایک تقلید میں اُن کی
دکھایا کچھ اثر بھی رقص بسمل نے ترے دل پر
چھری تو شوق سے پھیری تھی قاتل مرغ بسمل پر
کہیں گے دیکھنا صدیق کیا کیا اہل محفل پر
یہ چھینٹے رنگ کر بیٹھینگے نیا دامان قاتل پر
بکار بگا ہو یہ دیکھنا اک دن زباں ہو کر
زمیں کو نئے جاناں رنگ دیگی آسماں ہو کر

نوحۂ غم

گھٹا تب یاس کی چھائی ہوئی ہے صحن گلشن پر
شرارے آہ کے چیاں ہوتے ہیں چراغ پر من پر
کھٹکتا ہی رہا جو آشیاں صیاد بدظن پر

بن کے شردھانند اس شدھی پہ ہم مٹ جائینگے

(از نتیجۂ فکر شریمتی شانتی دیوی جی سابق اصغری بیگم)

آریہ بن بن کے معراج شہادت پائینگے
دشمنوں کو اپنے دل کے حوصلے دکھلائینگے

بابر و محمود کی کمزوریاں دکھلائیں گے
شیر ہیں ہم بھیڑیوں سے کس طرح گھبرائینگے

نعرۂ اللہ اکبر منتقل ہو ادم میں
غیر ملکوں کی زبان سے فائدہ کیا پائینگے

یاد رکھیں ایشور رکھشک ہے ویدک دھرم کا
سفہ پرداز مذہب جلد تر مٹ جائیں گے

گر انہیں تبلیغ کا حق ہے تو شدھی کا ہمیں
بن کے شردھانند اس شدھی پہ ہم مٹ جائینگے

گر رہا کچھ دن یونہیں پرچار ویدک دھرم کا
بندۂ اسلام لاکھوں آریہ بن جائیں گے

علمیت کے سبب مقابل آ نہیں سکتے ہیں وہ
رعب فاروقی جتاتے ہیں کہ یہ ڈر جائیں گے

ہم گھٹا دیں گے نشاں بن کے زور حیدری
آریہ ہیں گولیاں سینوں پہ اپنے کھائینگے

ایک بیمار اکہتر سالہ پہ ہو کے ہے وار
کیا اسی زور شجاعت پر عدو اترائینگے

ہو مبارک دشمنوں کو یہ رہ ظلم و ستم
ہم تو شردھانند کے نقش قدم پر جائیں گے

گیان پر تلوار چل سکتی نہیں اگیان کی
ویر کیا ان بزدلوں کی دھمکیوں میں آئینگے

گردیں ہی کوشاں رہیں گے کام میں شدھی کے ہم
غیر پنتھی بھی ہمارے پنتھ میں آجائیں گے

ہم محبت سے اگر دیں گے انہیں تعلیم وید
دشمنان وید منتر بھی گلے لگ جائینگے

آریہ ویرو یہ کہدو مرد میداں بن کے آج
بزدلان قوم کیا اپنے مقابل آئیں گے

حوصلے دل کے نکالیں غیر تو تلوار سے
شانتی کیا ہے یہ ہم شدھ سب کو کرتے جائینگے

بنے گا پھر یہ بھارت گھر کروڑوں دیوتاؤں کا

رواج اٹھ جائیگا بھارت سے بچپن کی دو بیاہوں کا نہ ہوگا نام بھی پھر کنیا وکری سے پاپوں کا
نہ جلنے پائیگا سنتاپ سے ہردے اچھوتوں کا دلوں میں ہوگا نہ پھر دویش کے شدھی سنگٹھن ساتھ

ہمارے من میں پھر اٹھینگی پریم آنند کی لہریں
کہ گو رکھشا بہا دینگی یہاں گھی دودھ کی نہریں

سمے آ" بھومی اس دن سورگ سی سندر بنی ہوگی کلی آشا کی آشا کی کنول بنکر کھلی ہوگی
وہی ہردے کے مندر میں اسی کی مورتی ہوگی کرینگے اسکی پوجا ہم یہ دیوی لکشمی ہوگی

شردھا اس موہنی دیوی پہ تن من وار دینگے
لگا کر پریم سے لو آرتی اس کی اتارینگے

شردھانند کی ارتھی

(از مہاشہ نانک چند صاحب ناز کے قلم سے)

یہ کیا آیا ہے پیغام جگر پاش یہ کس کی آج مرگ ناگہاں ہے
زمیں پر کیوں بچھی ہے ماتمی صف فلک کس کے الم میں خونچکاں ہے
سنانے کو رہے ہیں آہ و زاری غرض ہر سو قیامت کا سماں ہے
پیا ہے سوامی نے جام شہادت جو آریہ قوم کو زندہ کناں ہے

عقیدت پوچھتی پھرتی ہے میری
شردھانند کی ارتھی کہاں ہے

امنگ اٹھیگی نوجیون کی رگوں کی تپوبل میں　　دمے بلینگے ہندو جیون کے رن تھل میں
مہاشتر ادم کا دکھائیگا وایو منڈل میں　　دھنی گونجیگی گائتری کی چاروں اکھل میں

یہاں بنسی بجائیگا ہمارا بنسری والا
یہاں گیتا سنائیگا نرالا نند کا لالا

ہمیں گر پھر اتری بھگتی کا سکھائیگی وہی بنسی　　سندیسا ایکتا کا پھر سنائیگی وہی بنسی
ہمیں پر چین بھارت پھر دکھائیگی وہی بنسی　　کرم نشٹھ پ دیپ لیلا کا جگائیگی وہی بنسی

وہ بنسی جب بنیں گے ہم چل جیون مرن ہوگا
بجیگی اُس کی تب تک جب سُروں کا سنگٹھن ہوگا

سمے آئیگا پھر پر چین دوپا کا گرکل میں　　کہ بچہ بچہ پھر یا تحصیلی ہوگا گرکل میں
جو وردان آچاریہ سے پائیں گے ہم سکھنا گرکل میں　　بنینگے پھر یدھشٹر بھیم سے یودھا گرکل میں

یہ وہ ہے سنستھا سوامی نے جسکو پھر چلایا ہے
یہ وہ ہے سنستھا ویدوں کا جس پھر پھیلایا ہے

گرودسی پریم کی سکھشا یہاں دو یارتھی لینگے　　بڑے چھوٹے دھنی نردھن برابر ملکے بیٹھینگے
جو جھلک پریم کے دیپک کو ہم ہر دیش دیکھینگے　　گرکل میں ہمارے پھر سوامان کرشن کھیلینگے

رہیں گے برہمچاری بھائی بھائی بنکے آپس میں
کرینگے دیش کی سیوا تپوبل ہوگا نس نس میں

تپوبل برہمچاری بل کے اپنا دکھائیں گے　　کہ ویدک دھرم کی بھارت میں پھر گنگا بہائینگے
گرے ہیں جو رساتل میں انہیں اوپر اٹھائینگے　　رشی سنتان کو رشیوں کے آسن پر بٹھا دینگے

ہرا دنیا میں ہوگا پرکشٹ اپنی کاماؤں کا

پُشپانجلی

(از کوی بھوشن مہاشہ راج بہادر شر بی۔ اے)

جب اپنے دھرم پر بلہار شردھانند ہوتے ہیں
جو پریمی بھگت ہیں ان کے دیاکل ہو کے بہتے ہیں
بل ہردے کو وہ شدھی کے گنگا جل سے دھوتے ہیں
کہ موتی آنکھ کی سیپی کے مالا میں پروتے ہیں

کیا سنتاپ ہندو جات نے انکول شردھا کے
چڑھائے ویر سنیاسی پہ سب پھول شردھا کے

مرے جو دھرم ہت میں ہو اسنان سوامی کا
ہر اک پرانی کی وانی پر ہو اگن گان سوامی کا
کریگا کاریہ پورا سرو شکتیمان سوامی کا
کرا دے بہت رنگ لائیگا مہا بلیدان سوامی کا

رہا جو کرم کی مریادا پر بھگوان ہے اس کا
ہمیں وشواش ہے پورن کہ ویدک گیان ہے اسکا

دکھائیگی الوکک شکتی اپنی آریہ للنائیں
بنینگی پھر پویان جب دھرم یودھاؤں کی مائیں
پھلے پھولیں گی بھارت ورش کے ہردے میں آشائیں
دھرتی ہونگی بن بن کا دھیتو بن کے جب گائیں

کسی دن آریہ بھومی دھرم ویروں سے بھری ہوگی
کہ ان کے رکت کی لالی سے یہ کھیتی ہری ہوگی

سکل برہمانڈ میں پھیلیگا پھر ویدوں کا اجیالا
بنینگے پھر چیتے پر ہون کنڈ اور گئوشالا
اچھوت اور براہمن مل کے پینگے پریم کا پیالا
بنینگی دھرم کے منکوں کی ہندو سنگٹھن مالا

وہ دن آئیگا ہوگا دھرم کا پرچار دنیا میں
سنائی دیگی پھر ویدوں کی جے جے کار دنیا میں

یہ وہ ہیں جن کو شہادت کی مل گئی معراج — زبانِ خلق پہ ہے کہ شورِ آفریں کا خراج
یہ ہی ہیں فخرِ گوروکل یہی ہیں فخرِ سماج — یہی ہیں آج شہیدانِ قوم کے سرتاج
یہ وہ ہیں قوم کی حالت کو جو سنبھال چلے
کہ مرتے مرتے بھی شدھی میں جان ڈال چلے

انہیں کی تاک میں تھا آہ قاتلِ سفّاک — لعین بچۂ شیطان فتنہ گر ناپاک
ستم شعار نے انسانیت پہ ڈالی خاک — کیا خبیث نے بیمار ناتواں کو ہلاک
دکھایا جوہرِ مردانگی یہ قاتل نے
کیا نہتے پہ بے بس پہ وار بزدل نے

جفا شعار کو احسان کا نہ تھا احساس — کہ پانی پی کے بھی تھی تشنہ لب کو خون کی پیاس
کیا نہ ضعفِ علالت کا بھی شقی نے پاس — نہ آیا وائے غضب پستول دل میں خوف و ہراس
ثمر ملے گا قیامت میں کینہ سازی کا
کہ سر سے نکلیگا سارا جنون غازی کا

ضرور رنگ یہ خونِ شہید لائے گا — کہ سنگھٹن کے ہر ایک فقرہ کام آئیگا
سنے گا جو یہ فسانہ وہ جوش کھائیگا — بشر تو کیا ہے فرشتوں کا دل بھر آئیگا
ستم شعار نہ سمجھے کہ مٹ گئی شدھی
کریں گے روز ہزاروں کی ہم نئی شدھی

شہید زندۂ جاوید سوامی شردھانند

(منشی پیارے لال صاحب ذوق دہلوی)

لہو میں ڈوبی ہے یہ کس شہید کی لاش — یہ گولیوں سے ہے کس شیر کا جگر صد پاش
یہ چور ہو کے بھی زخموں سے کون ہے بشاش — یہ کس کے رخ سے برستا ہے دھرم کا پرکاش

یہ ہندوؤں کے کلیجہ پہ داغ کس کا ہے
دلوں میں آج یہ روشن چراغ کس کا ہے

یہ کس کی لاش پہ ہے اژدہام خلقت کا — پیا ہے جام یہ کس مرد نے شہادت کا
ملا ہے آج کسے مرتبہ حقیقت کا — یہ کس کے سر پہ مزین ہے تاج شہرت کا

یہ کس کی خون میں ڈوبی ہوئی کہانی ہے
یہ کون ویر ہے جو لیکھرام ثانی ہے

شہید زندۂ جاوید ہیں یہ شردھانند — فدائے قوم صداقت پرست دانشمند
نہ ان کی ذات سے پہنچا کبھی کسی کو گزند — یہ سنیاسی مجسم تھے دھرم کے پابند

جیے تو جان لڑاتے رہے وطن کے لیے
مرے تو ہو گئے قربان سنگٹھن کے لیے

یہ وہ ہیں لوگ بٹھاتے تھے جن کو آنکھوں پر — یہ وہ ہیں تھے کبھی سبھا میں زینت منبر
یہ وہ ہیں سامنے بندوق کے تھے سینہ سپر — یہ وہ ہیں جن کو نہ تھا جسم و جاں کا خوف و خطر

یہ وہ ہیں خلق کی خدمت مدام کرتے تھے
یہ وہ ہیں جن کی عزت عوام کرتے تھے

...نے قدم کیں سکے لئے — کس کی تقریر سے دوبارہ دل ...
... تیم نلٹے عدو چال کئے — کس نے امت کے پیلے ... کو ...

کون اپنا تھا معیت میں وہی شرذمہ تند
دھرم کا جھنڈا کیا چار طرف جس نے بلند

...ب کو پھیلایا گو ردو گل کھولے — علم و فن عدل کی میزان میں کا تھ کر تولے
...سوامی وہ توحید کے موتی رولے — چڑھ کر اغیار کے سر پر ترے جادو بولے

یعنی شدھی کا علم دہر میں گاڑا تو نے
پائے دشمن پہ سر جنگ اکھاڑا تو نے

خدمت خلق میں سب عمر گذاری تو نے — زلف ملت کہ پریشان تھی سنواری تو نے
ہند میں فیض کے دریا کئے جاری تو نے — لاج رکھ لی دم تحقیر ہماری تو نے

اب کہ تو ساکن جنت ہے شہادت پا کر
ہمیں بتلا دے جئیں ہند میں ہم کیا کھا کر

آکہ پھر اہل وطن تیرے لئے نالاں ہیں — آکہ پھر ہند میں بربادیوں کے ساماں ہیں
آکہ پھر جامۂ تبلیغ سے ہم عریاں ہیں — آکہ پھر قوم میں سب وقف غم و حرماں ہیں

آکہ پھر ہند میں شدھی کا علم لہرا دیں
آکہ پھر سے تجھے ہم اپنے دلوں میں جا دیں

کھاتے تھے جس کی بزرگی کی فرشتے سوگند — پاکبازی میں دیانند کا تھا جو فرزند

رعب تسلیم سے جس کی تھے فلک لرزی میں

کیا فلک؟ عرش بریں پر تھے ملک لرزی میں

ملک الموت سے جب غم کا نہ یہ بار اٹھا — حیف بیمار پر اک دست ستمگار اٹھا

غُل ہوا چل طرف موت کا بیمار اٹھا — جی گیا۔ زندہ ہوا قوم کا سردار اٹھا

اس شہادت سے بھی مُردوں میں نئی جان آئی

لوٹ کر عالم بالا سے گئی جان آئی

اس کے ہر قول سے ہر اہلِ وطن زندہ تھا — یعنی بلبل کے ترنم سے چمن زندہ تھا

وہ جو زندہ تھا تو دل زندہ تھے تن زندہ تھا — اُف اسی کے لئے کیا چرخِ کہن زندہ تھا

دونوں ہاتھوں سے جو دل تھامے ہوئے پھرتے ہیں

اشک آنکھوں سے نہیں گرتے ہیں دل گرتے ہیں

کھو دیا آہ حقیقت کا گہر قاتل نے — بے سمجھ پایا تھا پتھر کا جگر قاتل نے

نقشِ فطرت کو مٹایا جو نظر قاتل نے — وا کیا اپنے لئے موت کا در قاتل نے

آج اسلام کی رحمت کا زمانہ سمجھا

جس نے دلیروں کو بھی گولی کا نشانہ سمجھا

آگے سنگینوں کے وہ سینہ سپر ہوتا تھا — پیش پیش اپنے وہی اہلِ جگر ہوتا تھا

قوم کیا تھی وہ ہوتا تھا اگر ہوتا تھا — اس کا ہر وقت اسی غم میں بسر ہوتا تھا

کشتِ ملت کو نظر اپنے لہو سے سینچا

اس شہادت سے شہیدوں کا ہوا سر اونچا

جنوں کے ہاتھ میں صبر و شکیبائی کا داماں ہے
بیاباں ہے کوئی یا کوچۂ چاک گریباں ہے
شبِ تاریک غم ہے، کثرتِ اندوہ و حرماں ہے
خدا ہی بے کسوں کا سوگواری میں نگہباں ہے
شکستہ ضبط کے جو پائے ہوتے عہد پیماں ہیں
ٹھہر جا اے دلِ غمناک غش آنے کے ساماں ہیں

آکہ پھر ہند میں شادی کا علم لہرادیں

(از سید القلم پنڈت یوگراج شرما نظر سوہانوی)

آج میخانے میں کیا گذری ہے میخوار و نیر — اشک آنکھوں سے ڈھلے جاتے ہیں خسل دیر
پڑ گئی اوس مے و جام کے گلزاروں پر — بیکسی چھائی ہے باغ کے گنہگاروں پر
خبر بد ہے کہ ساقی نہیں میخانے میں
یعنی جو کچھ بھی تھا باقی نہیں میخانے میں

کون ساقی؟ کہ جو تھا مہر و وفا کی تصویر — راہ بھولے ہوؤں کو راہنما کی تصویر
دور تھی جس کے سبب رنج و بلا کی تصویر — ذات تھی جس کی یہاں لطفِ خدا کی تصویر
نگہِ مست سے جس کی تھا زمانہ سرشار
میکدہ جس کی عنایات سے تھا باغ و بہار

کون ساقی تھا وہ؟ مقتولِ جفا شر و ماند — جس کا ہر کام تھا فطرت کی نگاہوں میں پسند

بچے گا کون اب شقی کا ہیرآپ کی جے ہو
قیامت بھی کبھی دن آئے گی عبدالرشید آخر

تری ہستی کی بھی ہوگی کبھی مٹی پلید آخر
شب تاریک غم ہوگی۔ یہ تیری صبح عید آخر

تجھے لعنت کرے گی ایک دن ارواح بعید آخر
پڑے گی روح پر تیرے کوئی ضرب شدید آخر
ملے گی خاک میں جنت کے ملنے کی امید آخر

سوامی جی کا خوں کرکے پیا خوں یک زمانے کا
ترے مشرب میں احساں تھا یہی پانی پلانے کا

خبر بھی ہے تجھے او مرشدِ غولِ بیابانی
ہنود میزبانی کیا ہے۔ کیا ہے شانِ مہمانی

دمِ آخر بھی سوامی جی نہ بھولے فرضِ انسانی
پیا جامِ شہادت۔ جب تجھے پلوا دیا پانی

پھر اس پر بھی مریضِ ناتواں کے قتل کی ٹھانی
انہیں خونریزیوں پر تھا تجھے نازِ مسلمانی

خدا کے سامنے تو حشر میں کیا منہ دکھائیگا
سبب اس میزباں کے قتل کا تو کیا بتائیگا

ہمارے درد کا دنیا میں چارہ ہے نہ درماں ہے
غمِ سوامی کے دریا کی نہ کچھ حد ہے نہ پایاں ہے

چمن شدھی کا اب کھل جائیگا باغ جناں ہو کر
اسے سینچا ہے تو نے اپنے خوں سے باغباں ہو کر
زمیں سنگھٹن مانا کہ گردِ کارواں ہو گی
مگر یہ گرد اڑ اڑ کر کسی دن آسماں ہو گی
دمِ آخر بھی تھی شکلِ وطن آنکھوں کے تاروں میں
پسِ مردن بھی بوئے وفا پھولوں کے ہاروں میں
تری تیر تو نے ڈالی جاں وطن کے جاں نثاروں میں
تری مکتی نے پھونکی روح تیرے سوگواروں میں
ہنر ہی تھے ہنر تجھ میں۔ کہیں گے ہم ہزاروں میں
مگر اتنی بُرائی تھی کہ تھا تو جا نہاروں میں
کبھی سنیاس کا منظر کبھی منظر شہادت کا
تماشہ دیکھ لیں دشمن ترے جیون کی عظمت کا
کہانی دردِ غم کی آہ! اب کس کو سنائیں ہم
کلیجہ چیر کر جاتی کا اب کس کو دکھائیں ہم
یہی پرماتما سے مانگتے ہیں اب دعائیں ہم
تجھے بھولیں نہ ہم گو غم کو تیرے بھول جائیں ہم
غضب ہے گر نہ اب تیرے مشن پر جاں لڑائیں ہم
ستم ہے مرنیوالے اگر نہ ایماں تجھ پہ لائیں ہم
دمِ آخر دہانِ زخم سے یہ مسئلہ طے ہو

سناتن دھرم والے بھی تجھے جاں سے پیارے تھے
نفاق ہندو و مسلم سے چلتے دل پہ آرے تھے
تجھے امن و اماں و صلح کے بہاتے نظارے تھے
ترے دل میں جگہ جن کی تھی، وہ آفت کے مارے تھے
نہ تھا دنیا میں جن کا کوئی وہ تیرے دلارے تھے
ترے غم نے ترا عطرِ عقیدت اور کھینچا ہے
ترے خوں نے نہالِ زندگیٔ قوم سینچا ہے
وطن کے بے زباں ڈوبے ہوئے تم نے ابھارے تھے
تھی کشتی کے کھیوا تم ہی دریا کے کنارے تھے
وسیلے بے نواؤں کے تو دکھیوں کے گذارے تھے
اناتھوں کے سہاگ تھے اچھوتوں کے سہارے تھے
چلے ہو پھیر کر منھ! کیا یہی وعدے تمہارے تھے
وہ دن بھی یاد ہیں جب ہم تمہارے تم ہمارے تھے
تمہارے صدمۂ رحلت سے سوتا چاک سینہ ہے
عقیقِ داغِ فرقت خاتمِ دل کا نگینہ ہے
ترے مشہد سے دشمن کیا چلے ہیں شادماں ہو کر
ترا خوں رنگ لائیگا شرابِ ارغواں ہو کر
ادہر قاتل بڑہا سفاک مرگِ ناگہاں ہو کر
ادہر دوڑی قضا تیری حیاتِ جاوداں ہو کر

مٹا کر اپنی ہستی ہستیٔ نام و نشاں پانا
قضا کو دے کے دم تیرا حیاتِ جاوداں پانا
وہ مسجد اور وہ منبر، وہ تیرا وعظ فرمانا
وہ منظر اتحادِ ہندو و مسلم کا دکھلانا
وہ سنگینوں کا تن جانا وہ کمزوروں کا گھبرانا
ترا سینہ سپر ہو کر سرِ میداں وہ ڈٹ جانا
مسیحا بن کے انصاری کا وہ تشریف لے آنا،
وہ تیرے روگ کا تیری ہی صحت کی قسم کھانا
ستم وہ مہمانی کا کرم وہ میزبانی کا
دغا بازی وہ گورکی کا! عوض وہ سرد پانی کا
لبِ زخمِ جگر اپنا لبِ فریاد ہو جاتا
ہمارے انتخابِ فردِ غم پر صاد ہو جاتا
ذرا تو کچھ علاجِ خاطرِ ناشاد ہو جاتا
عطا کچھ درشنوں ہی کا ہمیں "پرشاد" ہو جاتا
سبق ہی کچھ وصیت کا تمہاری یاد ہو جاتا
دہانِ زخم ہی سے کچھ ہمیں ارشاد ہو جاتا
حقیقت رائے جی آئیں کہ پنڈت لیکھرام آئیں
ترا رمزِ شہادت کوئی صاحب ہم کو سمجھائیں
سماجی ہی نہ کچھ تنہا تری آنکھوں کے تارے تھے

ہمارے زخم کہتے ہیں مگر کچھ اور ہی ہم سے
فغاں سے، آہ سے، فریاد سے، شیون سے، ماتم سے
ہمیں فرصت کہاں ہے آج کل غمہائے پیہم سے
شہیدِ قوم کے چرنوں پہ اپنا سر جھکاتے ہیں
بہا کر اشکِ خوں - یہ پھول شردھا کے چڑھاتے ہیں

شکستِ قلبِ بھارت کی صدا او خستہ تن! سن لے
ہمیں کہتی ہے کیا - اب گردشِ چرخِ کہن! سن لے
لہو روتی ہے غمگیں شمعِ حالِ انجمن سن لے
بہاتی اشکِ خوں بلبل ہے، رودادِ چمن سن لے
دہانِ زخمِ دل سے - قصۂ رنج و محن سن لے
شہیدِ ہند! کچھ تو شیونِ اہلِ وطن سن لے
نہ کچھ لینے کو آئے ہیں نہ کچھ دینے کو لائے ہیں
کفن منہ سے ہٹا دے! ہم ترے درشن کو آئے ہیں

وہ "رولٹ ایکٹ" کے قیضے ستم وہ "مارشل لا" کے
غضب وہ سختیاں تیرا اٹھانا جیل میں جا کے
وہ قاتل کو بلانا دھرم سنگھ کو حکم فرما کے
ترا جامِ شہادت اف! وہ پینا پانی پلوا کے
ترا سینہ سپر ہو کر۔ وہ مرنا گولیاں کھا کے
خوشی سے جان دینا وہ ترا! او لال ماتا کے

یہ تیری سینہ کوبی، آہ! اے آتش بجاں! کب تک
دہان زخم سے نکلے گا آہوں کا دھواں کب تک

یہ تیری سسکیاں کب تک! یہ تیری ہچکیاں کب تک
رہیں گے اشک خوں، زخم جگر کے ترجماں کب تک

رہے گا شدت غم سے تو آخر نوحہ خواں کب تک
ارے او خاک و خوں میں لوٹنے والے فغاں کب تک

زباں سے، آنکھ سے، ابرو سے، چتون سی، اشاروں سی
دہان زخم تیرے کچھ تو کہدیں دل فگاروں سے

دہان زخم سے تو مت بول۔ اب ہم ہی بتاتے ہیں
ہمیں تجھ کو کلیجہ چیر کر اپنا دکھاتے ہیں

ہم اپنی آہ کی پستول کی گولی چلاتے ہیں
دل ناشاد کو مقتول کا لاشہ بناتے ہیں

بہا کر اشک خوں دل میں صف ماتم بچھاتے ہیں
جو کچھ ہم نے پڑھا ہے "تیج" میں تجھ کو سناتے ہیں

شہید و قتل ہو کر ہو گیا فردوس کو راہی
وہ تیرا لال، منشی رام شردھانند سنیاسی

کلیجہ کٹ گیا ہے۔ ہائے کیا نشتر غم سے
بہائیں گو کہ ہم خوں نابۂ دل چشم پُرنم سے
پرانا زخم پر انگور سینہ جاتا ہے مرہم سے

ترا یہ ہر دہانِ زخم چشمِ خونچکاں کیوں ہے
لبِ زخمِ جگر پر شکوۂ جورِ فلک کیوں ہے
رنگی خونِ شہادت میں تری نوکِ پلک کیوں ہے
ترے ٹوٹے ہوئے دل کا مکاں ماتم سرا کیوں ہے
ترے ظلمت کدے میں مجمعِ اہلِ عزا کیوں ہے
کلیجہ تھام کر یہ "ہائے" کی ہلکی صدا کیوں ہے
کمر پر ہاتھ رکھ کر "درد" پہلو میں اٹھا کیوں ہے
ترا خونِ تمنا۔ اشکِ خوں بن کر بہا کیوں ہے
ترا یہ حال اے ہندوستاں کچھ تو بتا! کیوں ہے
"اداسی" مردنی بن کر تری صورت پہ چھائی ہے
فلک نے کونسی تازہ قیامت تجھ پہ ڈھائی ہے
گلہ "پستول" کا کیسا؟ شکایت کیسی قاتل کی؟
ترے پہلو میں دل دھڑکا کہ پھڑکی لاش بسمل کی
بندھی ہے کیوں تری ہچکی؟ بھری ہی کیوں تری ہلکی
کمر کس کے غمِ رحلت نے توڑی ہے ترے دل کی
سنی ہے خون میں کیوں چاندنی جنت کی محفل کی
کسی معصوم نے کیا قطع قربانی کی منزل کی
نشانِ سرخ ہے رستے عدم کے کتنے ناپے ہیں
کسی مصلوب کے ہیں نقشِ پا خونوں کے چھاپے ہیں

تھا حق پرست حق کے لئے جان دے گیا
ہر نیک و بد کی قوم کو پہچان دے گیا

جو خفتگانِ بخت تھے اُن کو جگا گیا   اعجازِ مرگ اپنا جہاں کو دکھا گیا
رفعت کا اپنی چرخ پہ سکہ جما گیا   معراج ہاتھ آئی شہادت جو پا گیا

رتبہ بڑھا یہ قتل سے توقیر ہو گئی
قبضہ میں اُس کے خُلد کی جاگیر ہو گئی

ہو کر شہید سایۂ رحمت میں آ گیا   حق مینوں سے حق کی عبادت میں آ گیا
دنیائے دوں سے منزلِ راحت میں آ گیا   باغِ جہاں سے گلشنِ جنت میں آ گیا

حاصل ہوئی بہارِ گلِ عیشِ جاوداں
رونق وہ شانتی سے کر رہا ہے وہاں

خونِ آرزو

(از منشی رام بہادر لال صاحب جویا آنولوی)

ترا دل صرفِ غم اے مادرِ ہندوستان کیوں ہے۔
کلیجہ کیوں ترا شق ہے ترے لب پر فغاں کیوں ہے
ترے غم کا فسانہ، آہ خوں کی داستاں کیوں ہے
ترے دُکھ کی کہانی سُن کے، روتا آسماں کیوں ہے
ہوا خونِ تمنا، دل آج، آنکھوں سے رواں کیوں ہے

قربان جان کر گیا تنظیم کے لئے

سینچا ہوا اسی کے لہو کا ہے یہ چمن
اس بزم قوم کا تھا وہی شمع انجمن

دل میں بھرا تھا جلوۂ جانسوزیٔ وطن
بھڑکا ہوا تھا آتشِ الفت سے تن بدن

وہ مٹ گیا۔ مٹے گی نہ شہرت جہان سے
ہو گی ترقیوں پہ۔ نئی آن بان سے

ڈالی ہوئی اسی کی ہے افتادِ گوروکل
رکھی تھی اپنے ہاتھوں سے بنیادِ گوروکل

وقفِ عمل رہا پئے امدادِ گوروکل
چاہی کبھی کسی سے نہ کچھ دادِ گوروکل

کھولیں وہ درسگاہیں کہ امرت لٹا گیا
تعلیم علم وید کے دریا بہا گیا

ادھار بھی اچھوتوں کا مدِ نظر رہا
مصروفِ کارِ دھرم میں آٹھوں پہر رہا

کی اس نے دل سے خدمتِ قومی جدھر رہا
چھایا ہوا زمانہ پہ رنگِ اثر رہا

اس یگیہ کی آہوتی میں بلیدان ہو گیا
سیوا میں ملک قوم کی وہ جان ہو گیا

تھا سوامی شردھانند وہ شیرِ نیستانِ قوم
جھکتے تھے جسکے آگے سرِ دشمنانِ قوم

آوازِ ملک و قوم تھی۔ اسکا بیانِ قوم
رکھتا تھا اپنے منہ میں وہ گویا زبانِ قوم

گم کردہ گان راہ کو رستہ بتا گیا
آئینہ مراد کا جلوہ دکھا گیا

سب مشکلات کے لئے سینہ سپر تھا وہ
ڈر تھا نہ تھا کسی سے کچھ ایسا نڈر تھا وہ

حق گو تھا۔ حق شناس حقیقت نگر تھا وہ
قلب صفا پہ آئینہ تھی۔ اہلِ نظر تھا وہ

علم و طاقت اینشر دیگا وہ ہمکو بیگماں
جہل کا دنیا سے دو لبسی ہم مٹادینگے نشاں

لکھدیا جو کچھ تھا لکھنا رک لے ہنی زباں
رکھدیا کا غذ پہ حق گو جو کہ تھا دل میں نہاں

ساری دنیا و ہرم کے اُپدیش سے جنت بنے
جہل کی تعلیم غارت ہو کے پھر راحت بنے

شہید اکبر

(ممتاز الشعراء منشی پیارے لال صاحب شاکر وکیل دہلوی)

وہ رہنمائے مذہب و ملت کدہر گیا
وہ پیشوا وہ خضرِ طریقت کدہر گیا

وہ آفتابِ برجِ شرافت کدہر گیا
وہ روشنی شمعِ ہدایت کدہر گیا

جو جلوہ ریز نورِ صداقت تھا قوم میں
جو آشنائے رمزِ حقیقت تھا قوم میں

وہ جاں نثارِ قوم نہیں آج قوم میں
وہ افتخارِ قوم نہیں آج قوم میں

وہ ذی وقارِ قوم نہیں آج قوم میں
وہ نامدارِ قوم نہیں آج قوم میں

ہو کر شہید زندۂ جاوید ہو گیا
مرنا یہ اس کا۔ اس کے لئے عید ہو گیا

دریائے حبِّ قوم رہا دل میں موجزن
بھولا نہ جیتے جی کبھی وہ الفتِ وطن

شاداب اس کے دم سے ہے یہ قوم کا چمن
ہے اس کی یادگار جہاں شدہی سنگھٹن

پیدا ہوا تھا ویدوں کی تعلیم کے لئے

عقل کے دشمن تھے سمجھے یوں نہ اجڑیگا چمن — ایک ہی وہ چند بڑھ جائیگا اسکا بانکپن

سنگھٹن ۔ شدہی ۔ یہ دونو ایشور کا کام ہے
جو مٹانیکی کرے کوشش وہ مذہب خام ہے

چشمِ صیاد دیکھتی ہے آج تیرہ سب جہاں — پیکرِ سوامی زبانِ حال سے ہے دُر فشاں
مدفنِ اخلاق پر انصاف ہے اک نوحہ خواں — عقل کی میت ہے مذہب کا جنازہ ہے رواں

کون سا دین ۔ قتل و غارت جسمیں ہو حکم خدا
ہے نتیجہ صاف ۔ مذہب کی غلط تعلیم کا

سنتے ہیں حکام کے آگے ہے قاتل کا بیاں — قتل کافر سے ملیگی مجکو جنت بے گماں
غافلوں کے واسطے ہے تعلیم مذہب ہی عیاں — غیر مذہب کے یہ کافر جانتے ہیں ہر زماں

بسلگی پاک سے حک کردو اس تعلیم کو
ہاں مٹا دو ایک شدہی سے غلط تعلیم کو

جس طرح بیخوف سوامی تھے جری ہم بھی بنیں — یہ وصیت ہر طرح سوامی کی ہم پوری کریں
اس جوانمردی سے سچائی پہ ہم بھی جان دیں — دشمنوں کی گولیوں خنجر کو سینہ پر سہیں

نخل کو شدہی کے ہم نشو و نما دیں خون سے
پاک ہو دنیا ۔ مرکب جہل کی معجون سے

نور افشاں ہوں زمانہ بھر میں شدہی سنگھٹن — پھر بزرگی رشی کا نام سفر ٹھہرے وطن
لہلہائے کشتِ جنت ہو کے بھارت کا چمن — یکدلی ہو جائے سب میں ہو دوئی زیرِ کفن

اوم کی دھونی سے عنبر ریز ہو سارا جہاں
نور سے بھرپور سب ہوں زمین و آسمان

پہنچی جو راہ تھی وہی اس نے قبول کی
حاجت شفاعتوں کی نہ طاعت قبول کی

سوامی کو کون کہتا ہے ناپید ہو گیا — ہو کر شہید زندہ جاوید ہو گیا
دنیا میں جو کہ طالب امید ہو گیا — زندانِ آب و گِل میں وہی قید ہو گیا

حق گوئی اپنا شیوہ ہے حق گو ہی نام ہے
کاذب کی اپنے سامنے ترکی تمام ہے

شری سوامی جی مہاراج بیکنٹھ نواسی کا ماتم

(از حق گو دہلوی)

بزدلوں نے وار چھپ چھپ کر کیا شمشیر سے — جب شکستہ دل ہوئے تحریر سے۔ تقریر سے
لرزہ براندام تھے سارے جواں اک پیر سے — ورنہ کیوں چلّا اٹھے شدھی کے اک ہی تیر سے

دشمنِ بدبیں نہ سمجھیں قتل سوامی کو کیا
مشتہر عالم میں اپنے دین کی خامی کو کیا

اک علیل و ناتواں پر یوں ریوالور کیا چلا — منتظم سازشِ پس پردہ ہے یہ شک ہو گیا
اس طرح پر وار کر دے ایک کی جرأت ہے کیا — فرد تھا خفیہ جماعت کا ہے چرچا جا بجا

ایک مدت سے عدوئے بدسیر تھے تاک میں
تھے یہی منصوبے سوامی کو ملا دیں خاک میں

اس طرح شدھی کے رستہ میں ہو گو امتحان — اور مٹ جائیگا جو کانٹا ہے دلمیں سنگھٹن

وہ جلوہ گاہِ راز حقیقت تھے آپ ہی

مدِ نظر سپاہ میں تھی بزدلی کی آپ کو — تشنہ لبی پہ رحم تھا قاتل کی آپ کو
آسانیاں جو دینی تھیں مشکل کی آپ کو — منظور تھی تڑپ رگِ بسمل کی آپ کو

پیاسوں پر اک یزید نے خنجر لگا دیا
قاتل کو اپنے آپ نے پانی پلا دیا

مشہور ہے جہان میں اخلاق آپ کا — چھوٹوں پہ بھی وہ چند تھا اشفاق آپ کا
ہے نام یوں بھی شہرہ آفاق آپ کا — حامی تھا ہر روش پہ وہ اخلاق آپ کا

جو کام دست پاک میں تھا کامیاب تھا
دشمن کا دل دو نیم کلیجہ کباب تھا

شدھی و سنگھٹن سے ہی اسلامیوں کو کد — مذہب کے انکے ہوتی ہے یوں خامیوں کی حد
سوچے نہ بد سرشت ذرا دل میں نیک و بد — قاتل کو دے رہے ہیں جو ہر طور سے مدد

عیسائی اور دوسرے مذہب خموش ہیں
لیکن محمدی ہیں کہ گم کردہ ہوش ہیں

جس دین پہ تھا ناز وہ بے موت مر گیا — سچ کو وہ جھوٹ کہتے ہیں ایمان کدھر گیا
عصیاں میں غرق اتنے ہیں وہ ذرہ بھی ڈر گیا — پانی گناہگاری کا سر سے گزر گیا

نارِ سقر کے لب پہ ہے اب الاماں کا شور
نیچا دکھائیگا کبھی اس بد زباں کا شور

سوامی تھا۔ وید کی وہ شریعت پرست تھا — دشمن محمدی تھے کہ وحدت پرست تھا
شرک و دوئی سے بچ کے حقیقت پرست تھا — عصیاں ہوں سوختہ وہ طریقت پرست تھا

روحانیوں کے دل تھے اندھیرے میں بھٹک کر ملک عجم میں بھی کہیں شدھی کی تھی پکار
جا پہنچے لیکے گیان کا سورج یہ نامدار اب روشنی یہ نکلے گی بھٹکیں سیاہ کار

اپدیش سننکے دہرم کا تسکین پا چکے
بیکنٹھ میں تو اس کو پھر گھر بنائیں گے

اخلاق سے فرشتوں کو انساں بنائینگے اشفاق سے جو دید مقدس پڑھائیں گے
سوامی جی اب وہاں بھی گورو کل چلائینگے سارے دلوں پر رحم کا سکہ جمائیں گے

بزم فلک میں نور بھریں گے شعور سے
ہر ذرہ بڑھ کے آنکھ ملائیگا طور سے

روتے ہیں لوگ آہ سوامی کدھر گیا سب نعرہ زن ہیں ملک کا حامی کدھر گیا
پنڈت ونہاہ تھا جو دوامی کدھر گیا وہ سنگھٹن وہ شاہی کا حامی کدھر گیا

وہ آفتاب چرخ حقیقت کہاں ہے آج
وہ رہنمائے شان طریقت کہاں ہے آج

وہ مخزن فیوض محبت کہاں گیا وہ دلنواز شان مروت کہاں گیا
وہ نیر سپہر فضیلت کہاں گیا وہ چشمۂ امید و مسرت کہاں گیا

وہ چارہ ساز درد جراحت کہاں ہے اب
ٹوٹے ہوئے دلوں کی وہ ڈھارس کہاں ہے اب

مسجد کو چار چاند لگائے علوم سے منبر کی شان عرش پہ پہنچی قدم سے
لیکچر وہ ایک دلی کا دیا جا کی دہوم سے تحسین کا خراج لیا شام در دم سے

وہ بادشاہ ملک محبت تھے آپ ہی

شدھی کے دیوتا کو مارا ہے دن دہاڑے — ہو کیوں نہ ہندؤں کی آنکھوں سے خون جاری
شدھی و سنگھٹن کا پرچار ہم کریں گے — کردینگے ہم وطن میں ویدوں کا سکہ جاری

شدھی پرکاش روشن دنیا میں پھیل چکا ہے
قاتل نے ہے کلہاڑی اپنی ہی جڑ پہ ماری

(از حق گو دہلوی)

رشتہ تھا سوامی جی سے قریب بعید کا — ماتم ہے سارے ملک میں قومی شہید کا
کیونکر اثر نہ دل میں ہو ظلم شدید کا — اک فعل دوزخی تھا یزید پلید کا

ہر قطرہ ان کے خون کا نیرنگ ساز ہے
شدھی کا کارساز ہے جادو طراز ہے

جنت کی شان دیکھے لہو کو خرید کی — جاگیر نار ہو گئی عبدالرشید کی
طالب ہیں ساری قوم سعئی مزید کی — بوندیں گریں جو خاک پہ خونِ شہید کی

اب سنگھٹن پہ اور لگی مہر خون کی
قلعی کھلیگی دشمن باکے جنون کی

دلِ اٹھائیگا جنازہ حسرتوں کا کس طرح
آہ بارِ گراں۔ افسوس یہ شانہ ترا

شمع پروانہ سے ڈر اور آہِ آتشبار سے
جل بجھیگا ایک دن یہ شاہی کاشانہ ترا

سر کے بل تجھ کو گرائیگا ترا غیظ و غضب
ٹھوکریں کھلوائیگا یہ جوشِ مستانہ ترا

یہ فقیروں کا کمنڈل ہے نہ کر اتنا غرور
جائیگا مٹی میں مل یہ تاجِ شاہانہ ترا

ناخنِ تدبیر سے مشکل کشائی ہو چکی
ہو گیا ثابت کہ بس بیکار ہے شانہ ترا

ایک دن یہ بت خدا ہو جائیں گے اے شیخ جی
گر رہا زندہ یوں ہی کچھ دن اور بتخانہ ترا

اے دلِ شیدا ہو بیتاب فرطِ رنج سے
دہر میں کوئی نہ اپنا ہے نہ بیگانہ ترا

نذر قدموں پر ترے یہ جانِ دل ہے شردھانند
بھا گیا دل کو مرے اندازِ جانانہ ترا

تجھ پہ روشن ہو گئی شاید حقیقت آشکار
دیکھتے ہیں بھیس عرصہ سے فقیرانہ ترا

شردھانند فنڈ کیلئے اپیل

(نتیجۂ فکر جناب فصیح الشعراء بابو لنگن چند صاحب رجاردش بی۔ اے وکیل پانی پتی)

سن لو اے قوم والو فریاد تم ہماری
کھایا ہوا ہے ہم نے سینہ پہ زخم کاری

سودس کے مانگتے ہیں تم سے دھرم کی بھکشا
خالی نہ رہنے پائیں اب جھولیاں ہماری

پیسے کا موہ چھوڑو کچھ نیک کام کر لو
در پر کھڑے ہوئے ہیں اب قوم کے بھکاری

دکھ سکھ میں سب تمہاری پرماتما سنیگا
ہم بیکسوں کی سن لو گر تم بھی آہ و زاری

دِل کی فریاد

(از فصیح الشعراء بابو فگن چند صاحب روشن۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی)

ہم قوم کا سوامی کو پروانہ کہیں گے — جلتے ہیں جو اُن سے وہ کیا کیا نہ کہیں گے

ڈر ہے کہ فرشتوں کی نیندیں نہ اُچٹ جائیں — رو رو کے ہم آج اپنا افسانہ کہیں گے

جاتے ہیں کدھر سوامی کیا عشق میں جاں دیدی — اب قوم کا ہم کس کو دیوانہ کہیں گے

دھوکے سے اُسے مارا تھا خوف خطر جن کا — اس فعل کو کیا مسلمانہ کہیں گے

محشر میں کھلیں گے جب اعمال کے سب دفتر — کہنا ہے ہمیں جو بیگانہ کہیں گے

وہ تختۂ عالم پر شدھی کا بجا ڈنکا — ہوگی نہ جگہ جس کو ویرانہ کہیں گے

چمکیں گے صداقت سے جب پر دھرم دونو — پھر کون سی معبد کو بُت خانہ کہیں گے

غیروں کی جڑیں روشن شدھی نے ہلا دی ہیں
ہم قول کے ہیں صادق بیجانہ کہیں گے

چار آنسو

(از فصیح الشعراء بابو فگن چند صاحب روشن بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی)

آج اے جاتی نہ ساقی ہے نہ پیمانہ ترا — کس سے دیکھا جائیگا حال غریبانہ ترا

ذکر سے تیرے ٹپکتی ہیں جگر افگاریاں — خون سے لبریز ہے اے قوم افسانہ ترا

دلِ مقتول کی خواہش کے خواہشمند بن جاؤ

ہوگا لابھ ماتم سے نہ اشکوں کی روانی سے نہ کچھ مطلب بر آئیگا ہماری نوحہ خوانی سے

نہ حاصل لن ترانی سے نہ کچھ جوشِ بیانی سے بس اب بچاؤ مشروط ہے لیکن سادہ دانی سے

کہ ہندو مارنے کے نقصان کا نعم البدل ہی یہہ

ہمیں جو علم ہے بتیاب محتاجِ عمل ہے یہہ

قاتل سے خطاب

(از نوحۂ ناتمام)

سودائے خام جنت لائے شر پر تجھکو پکڑیگا روزِ محشر خونِ نفس تجھکو

ہندو ہیں یا مسلماں سب نے بھیجے ہیں لعنت مطعون کر رہے ہیں برنا و پیر تجھکو

تو نے جلا دیے ہیں کمبخت دلِ کروڑوں نارِ سقر میں جھونکے ربِ قدیر تجھکو

کافر سہی وہ، لیکن قتلِ فقیر کیا ہے؟ آیا نظر نہ اپنا کفرِ کبیر تجھکو

آباد کافروں سے ہندوستاں ہے سارا جنت دلا ہی دیتا ہر راہگیر تجھکو

توڑا ہے پھول تو نے وہ قوم کے چمن سے

فریاد اٹھ رہی ہے ہر ایک انجمن سے

(محروم)

مخالف جان و دل سے غیر ناکارہ ہے شادی کا　　کہ چڑ چڑ کر جنازہ جس نے نکالا ہے شدی کا
نظر آتا نہیں اس کو تو کیا پیارا ہے شدی کا　　جنازہ جس کو سمجھا ہے وہ گہوارہ ہے شدی کا

ابھی کم سن ہے یہ بچہ جوانی آنیوالی ہے
ادھر ہر ایک بیگم بن کے رانی آنیوالی ہے

جسے کچھ عقل ہے جو نیک و بد ہے جانتی دیوی　　کھری کھوٹے کو بد ہی سے جو پہچانتی دیوی
بنیگی آریہ دیوی تجھی بھوانتی دیوی　　بنی ہے اصغری بیگم سے جیسے شانتی دیوی

ہمارے پاس آئیں گی ہماری ماں بہن بیٹی
کہ اصل و نسل سے ہندو ہیں ساری ماں بہن بیٹی

نہ ہرگز آریہ پستا ہاتھ میں صمصام لیتے ہیں　　کہ شستروں سے نہیں وہ شاستروں سے کام لیتے ہیں
طمنچہ کا چھری کا تیغ کا کب نام لیتے ہیں　　کسی کو جھک کے گرتا دیکھتے ہیں تھام لیتے ہیں

سکھاتا دھرم ان کا بھی تو یہ بھی کشت خوں کرتے
کہ رکھتے نام کار خیر اور کار زبوں کرتے

تناسخ ماننے والے ہیں کیا مبارک سی ٹلی کو　　کہ دم لینا سمجھتے ہیں ہمیشہ دم لٹکانے کو
ابھی آنے ہیں سوامی مفسدوں کا سر کچلنے کو　　گئی ہیں توشہ خانہ تک نیا جامہ بدلنے کو

محبت سے مسلمانوں کو اپنے ساتھ رکھیں گے
نکل آئیگی چوٹی جسکے سر پر ہاتھ رکھیں گے

کروڑوں ہندو ہیں آج کیا ایسا نہیں کوئی　　سنبھالے کام ان کا ہو کے سجادہ نشیں کوئی
کریں یہ یگیہ سب مل کر نہ ہو جس پر جبیں کوئی　　بجائے وید کا ڈنکہ کہیں کوئی کہیں کوئی

اگر شدی میں شر دیکھے تو شردھا نند بچاؤ

ضعیف العمر، محسن، ناتواں، بیمار، سنیاسی　　زنانوں کی چھری ایسی ہو نہ ایسی خون کی پیاسی

کرے گا کون ایسی بزدلی۔ ایسی دغا بازی

ارے کمبخت تو تو ہیجڑوں سے لے گیا بازی

دیے درشن دیا ہے تجھ کو بیماری کی حالت میں　　ملے تھے بے تکلف تجھ سے تکلیف و علالت میں

مگر تو نے تو گولی مار دی جوشِ جہالت میں　　دکھایا یہ کہ ہے یہ فرق اصالت و رذالت میں

تجھے معلوم ہے؟ اس وقت کیا پستول کہتی تھی

ارے شیطان تیرے منہ پہ وہ لاحول کہتی تھی

اسے افسوس تھا میں پنجۂ ناپاک میں آئی　　مقامِ شرم ہے چھپ کر نجس پوشاک میں آئی

جلا جاتا ہے دل کیوں دستِ غیظ ناک میں آئی　　غضب ہے اک بزرگِ ناتواں کی تاک میں آئی

چلا کرتی ہوں میں موذی شریروں کے شر پر

ادھر مجھ کو چلایا تم نے پیر و پارسا فقیروں پر

مجھے معلوم ہوتا تو یہاں ہرگز نہ آتی میں　　نشانہ اپنے لانے والے بزدل کو بناتی میں

پھٹا ہے دردِ قاتل جب ہے وہ گولی نہ کھاتی میں　　ہوا ہے خونِ ناحق کے سبب سوراخ چھاتی میں

کہیں گی دیکھئے کیا کیا مجھے ہمجولیاں میری

پرستش گاہ میں داخل ہوئی ہیں گولیاں میری

۱۹۲۶ء

دسمبر عیسوی انیس سو چھبیس جب آیا　　ہوئی تیئیس تاریخ اور دنِ پنجشنبہ کا

خبر تھی پوس کرشنا سمت انیس سو تراسی تھا　　بجے تھے کوئی ساڑھے چار ہونے آئی تھی سندھیا

اٹھی بستر سے شدھی کان پر اک فیر ہونے سے

ہوا آغازِ کار اب خاتمہ بالخیر ہونے سے

نہ قاتل اپنی ہمت سے سرِ بامِ شہید آیا
کسی تحریکِ پنہاں سے یہاں عبدالرشید آیا

دلیری سے کہاں پستول ظالم نے سنبھالی تھی　غلامِ زر نے اپنی زندگانی بیچ ڈالی تھی
شقاوت بھر رہی تھی دلمیں لیکن جیب خالی تھی　عداوت تھی نہ کینہ تھا فقط اجرت حلالی تھی

غلط کہتا ہے قاتل میں ہوا اسلام پر قرباں
کیا اسلام کو بدنام ہو کر دام پر قرباں

طلب پانی کیا تھا حیلۂ تشنہ دہانی سے　لہو کی پیاس تھی بجھتی وہ کیونکر صرف پانی سے
چھپایا جذبۂ ناپاک کو گولن ترانی سے　مگر خونخوار تھا چوکا نہ آخر خونفشانی سے

لہو کے داغ فوراً جم گئے قاتل کے جامے پر
گنہگاری کی مہریں لگ گئیں اعمالنامے پر

دلاور دھرم سنگھ و دھرپال آئے نظر دونوں　وہیں موجود تھے سوامی کے سیوک بیرور دونوں
مگر قاتل کے منصوبے سے مطلق بیخبر دونوں　ہوئیں فیریں تو فوراً پل پڑے شیرِ ببر دونوں

بہادران کو کہتے ہیں کہ خونی کو دبا بیٹھے
بھری پستول کی پرواہ نہ کی سینہ پہ آ بیٹھے

کشاکش میں دو میں ظالم نے اینر فیر بھی کر دی　مگر کہنا پڑیگا واہ رے شانِ جوانمردی
بہت کچھ خون نکلا پھر بھی چہرہ پر نہ تھی زردی　نہ اپنے درد کا تھا درد بل ہے جوشِ ہمدردی

پڑی ہے پیچ کا پرتا چڑی ہے دیوتا اسپر
کھنچی تصویر دونوں کی یہ پوزیشن ہے کیا سندر

کیا دِلّی تو اسی کو اسنے سورگ کا باسی　تعجب ہے کہ کمرہ میں بہا دی لال گنگا سی

شررہا تجلی

(از پنڈت نارائن پرشاد صاحب بیتاب مالک بیتاب پرنٹنگ ورکس دہلی)

رباعی

یہ خامہ نے آج ہے پستول کی نال — نقطے بھی نکلتے ہیں تو گولی کی مثال
مفقود و مراد و مدعائے دشمن — اک فیر نے بیتاب کیا سب کو حلال

ایضاً

قاتل نے چلا کے وہ طمنچہ خونریز — شبدیز کو شہہ کے لگا دی مہمیز
گلگیر نے سر شمع کا کیا کاٹ دیا — محفل میں ہوئی روشنی اب اور بھی تیز

مسدس

نظامِ نظم کیسا؟ یہ فقط دو حرف غم کے ہیں — مرے اشعار کب پابند انداز رقم کے ہیں۔
حروف ان کو نہ سمجھیں آپ یہ آنسو قلم کے ہیں — جگر کے داغ اگر سینۂ کاغذ پہ چمکے ہیں
سخن گوئی نہیں ہے یہ جلے دل کے پھپھولے ہیں
کسی کو برگِ گل ہیں یہ کسی کو بم کے گولے ہیں

اڑا دے گو نشانہ خود بخود کیا تیر چلتا ہے — کماں کو زور سے وہ جانب نخچیر چلتا ہے
قلم جس وقت کاغذ پر دمِ تحریر چلتا ہے — کسی کا ہاتھ ہی گویا پئے تدبیر چلتا ہے

سوامی کا سوامی سے مِلاپ

بچھڑنے والوں کا وِلاپ

مرتے مرتے بھی ہمیں مرنا سکھا کر چل دیے
یہ امر جیون کا نسخہ تھا بتا کر چل دیے

آپ کی ہستی تھی یا تصویر استقلال تھی
گولیاں پستول کی سینہ پہ کھا کر چل دیے

کب چھٹے سے کلیجے میں ہوئے سوراخ تین
تین اکشر اوم کے دل میں دکھا کر چل دیے

لگ گئی اب خون کی دھاروں سے پکی داغ بیل
ویر پتروں کے لئے رستہ بنا کر چل دیے

کیس شدھی کا نہ اب پیشی کے قابل رہا
فیصلے پر خون کی مہریں لگا کر چل دیے

اب چلیں شدھی کے پودے کی جڑیں پاتال کو
خون دل سے باغباں پانی لگا کر چل دیے

حاسدوں کو تھا شرادھانند کی حالت پر غرور
آزمانا تھا انہیں بس آزما کر چل دیے

دیکھ کر قاتل کو اپنے محض بزدل زن خصال
ہتھکڑی کی چوڑیاں کر میں پہنا کر چل دیے

چھایا تھا نہ اوروں پہ پڑے گرد و غبار
دھرم کے پنتھ میں لہو اپنا بہا کر چل دیے

کوئی ماں کا لال ہو اب آ کے سجادہ نشیں
آپ تو مٹھ میں پوتر آسن بچھا کر چل دیے

دیکھ لو آتما کی لاشا اور مورت کا دمان
چار دن جو موہنی مورت دکھا کر چل دیے

آ گیا تھا بن کے اگنی۔ بان اگنی کا پیام
یوں شرن میں اگنی کی آنند پا کر چل دیے

ہو گئے بیتاب شردھانند سوامی جب شہید
دھیریہ اور سنتوش سب دامن چھڑا کر چل دیے

[illegible]

اوم

ابتدائی کلمات

دنیا میں کوئی دھرم ہزار اونچا اور سچا ہونے پر بھی تب تک نہیں پھیل سکتا جب تک کہ اس کے شیدائی اور فدائی پرچارک اپنی شہادت کے خون سے اس کے سچا ہونے کی مہر ثبت نہیں کرتے۔ ہندو جاتی اس بات پر بجا فخر کر سکتی ہے کہ اس نے آج تک دھرم کے نام پر مارنے والے نہیں۔ بلکہ مرنے والے پیدا کئے ہیں اور کافی تعداد میں پیدا کئے ہیں۔

سوامی شردھانند جی نے اپنی شہادت سے وہ کام کیا ہے جو اُن کے خیالات کے پرچار میں سچ مچ بجلی کا کام کریگا۔ سوامی جی کی اس بے داغ شہادت اور اسلامی تعلیم کی جہادی اسپرٹ پر ہندو شعراء نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انہیں ناظرین غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ ہندو جاتی اختلاف رائے رکھتے ہوئے بھی ان حالات کو کس نگاہ سے دیکھتی ہے۔

مؤلف

پیام شہید

یعنے

شہیدِ دھرم شری سوامی شردھانند جی مہاراج

کے

اندوہناک قتل پر ہندو شاعروں کے دلی جذبات

مرتبہ شری شانت سوامی - انو بھوانند جی مہاراج

جسے

ماسٹر شوچرن داس گپتا نے شردھانند ساہتیہ مندر کیطرف سے شائع کیا

بار اول - تعداد جلد ۲۰۰۰ قیمت فی جلد ۶ر

(مطبوعہ تیج پریس دہلی)